اللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

ماھنامہ

مصباح

ربوہ

مدیرہ
امۃ اللطیف خورشید

فروری، مارچ
1982

حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ نوّر اللّٰہ مرقدھا نمبر

حضور ایدہ اللّٰہ تعالیٰ مقبرہ بہشتی کے میدان میں نماز جنازہ پڑھا رہے ہیں۔

افریقہ کے تاریخی سفر کے دوران افریقن احمدی خواتین کی طرف سے پُرتپاک خیر مقدم ۔ حضرت سیدہ مرحومہ بچوں کو پیار کر رہی ہیں ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ

ماہنامہ

مصباح

ربوہ

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۵۸۹

جلد ۵۵/۳۳ | تبلیغ امان ۱۳۶۱ ہش، فروری / مارچ ۱۹۸۲ء | شمارہ ۲-۳

احمدی مستورات کا علمی ۔ مذہبی و ادبی رسالہ

زیر انتظام

لجنہ اماء اللہ مرکزیہ ربوہ

مدیرہ:- امۃ اللطیف خورشید

معاونہ:- ثریا خانم

سالانہ چندہ

پاکستان:- اٹھارہ روپے

امریکہ و کینیڈا:- ڈیڑھ سو روپے

[illegible]

فی پرچہ ۵ روپے

فہرست مضامین

مدثر الکتابت ۔ محمود انور خوشنویس ربوہ (محلہ چھنیاں)

پبلشر:- شیخ خورشید احمد پرنٹر:- سید عبد الحی مطبع:- ضیاء الاسلام پریس ربوہ مقام اشاعت:- دفتر ماہنامہ مصباح ربوہ ضلع جھنگ

ارشادِ باری تعالیٰ

اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون (البقرہ)

ترجمہ:۔ (مومنوں پر) جب بھی کوئی مصیبت آتی ہے وہ گھبراتے نہیں بلکہ یہ کہتے ہیں ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

حضرت مصلح موعود اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب مومن کو تکلیف پہنچتی ہے تو وہ جزع فزع کرنے کی بجائے پورے یقین اور ایمان کے ساتھ کہتا ہے کہ ہم تو اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ یہ وہ نمونہ ہے جسکی اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں سے امید رکھتا ہے وہ چاہتا ہے کہ جب انہیں تکلیف پہنچے تو وہ گھبرانے اور جزع فزع کرنے کی بجائے خدا تعالیٰ پر توکل رکھیں اور اسی کو حاضر ناظر سمجھتے ہوئے سچے دل سے یہ کہیں انا للہ وانا الیہ راجعون ..... اگر یہ فقرہ پورے ایمان اور اخلاص سے کہا جائے تو کہنے والے کو کسی نہ کسی رنگ میں اس کا بدلہ مل جاتا ہے"۔ (تفسیر سورۃ البقرہ)

احادیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مومنوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ

(۱) حضرت صہیب بن سنان رضؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

(ترجمہ) مومن کا معاملہ بھی عجیب ہوتا ہے اس کے سارے کام برکت ہی برکت ہوتے ہیں۔ یہ فضل صرف مومن کے لئے ہی مختص ہے کہ اگر اس کو کوئی خوشی اور مسرت نصیب ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کا شکر کرتا ہے اور اس کی یہ شکر گذاری اس کے لئے مزید خیر و برکت کا موجب بنتی ہے اور اگر اسکو کوئی دکھ اور صدمہ پہنچے تو اس پر وہ صبر کرتا ہے اور اس کا یہ فعل بھی اسکے لئے خیر و برکت کا موجب ہو جاتا ہے اور وہ صبر کرکے اللہ تعالیٰ سے ثواب حاصل کرتا ہے"۔ (مسلم کتاب الزہد)

(۲) ترجمہ:۔ "حضرت ابوہریرہ رضؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مسلمان کو کوئی مصیبت دکھ۔ کوئی رنج و غم اور کوئی پریشانی نہیں پہنچتی یہاں تک کہ کانٹا بھی نہیں چبھتا مگر اللہ تعالیٰ اس کی اس تکلیف کو اسکی کمزوریوں کا کفارہ بنا دیتا ہے"۔ (مسلم کتاب البر)

ارشادات عالیہ حضرت اقدس بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

مومن کو چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کی قضاء و قدر پر ہمیشہ راضی رہے

"ایک جگہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ادعونی استجب لکم یعنی اگر تم مجھ سے مانگو تو قبول کروں گا اور دوسری جگہ فرماتا ہے ولنبلونکم بشیٍ من الخوف اس سے صاف ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بھی امتحان آیا کرتے ہیں ..... اصل بات یہ ہے کہ دنیا میں انسان اسی لئے آتا ہے کہ آزمایا جائے اگر وہ اپنی منشاء کے موافق خوشیاں مناتا رہے اور جس بات پر اس کا دل چاہے وہی ہوتا رہے تو پھر ہم اسکو خدا کا بندہ نہیں کہہ سکتے ہماری جماعت کو اچھی طرح یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے دو طرح کی تقسیم کی ہوئی ہے اس لئے اس تقسیم کے ماتحت چلنے کی کوشش کرنی چاہیئے ایک حصہ تو اس کا یہ ہے کہ وہ تمہاری باتوں کو مانتا ہے اور دوسرا حصہ یہ ہے کہ وہ اپنی منواتا ہے ۔ جو شخص ہمیشہ یہی چاہتا ہے کہ خدا تعالیٰ اس کی مرضی کے مطابق کرتا رہے اندیشہ ہے کہ وہ شائد کسی وقت مرتد ہو جائے کوئی یہ نہ کہے کہ میرے پر ہی تکلیف کا اور ابتلاء کا زمانہ آیا ہے ابتلاء سب نبیوں پر آتا رہا ہے حضرت آدم علیہ السلام کا بیٹا جب فوت ہوا تھا تو کیا انہیں غم نہیں ہوا تھا؟ ایک روایت میں لکھا ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گیارہ بیٹے فوت ہوئے تھے آخر بشریت ہوتی ہے غم کا پیدا ہونا ضروری ہے مگر ہاں صبر کرنیوالوں کو بڑے بڑے اجر ملا کرتے ہیں خدا تعالیٰ کی ساری کتابوں کا منشاء یہی ہے کہ انسان رضا بالقضا سیکھے ...... جب خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی امتحان آتا ہے تو اس میں انسان کے تصرّف کا دخل نہیں ہوتا انسان خدا تعالیٰ کے امتحان میں بہت جلد ترقی کر لیتا ہے اور وہ مدارج حاصل کرتا ہے جو اپنی محنت اور کوشش سے کبھی حاصل نہیں کر سکتا اسی لئے ادعونی استجب لکم میں اللہ تعالیٰ نے کوئی بشارت نہیں دی مگر ولنبلونکم بشیٍ میں بڑی بڑی بشارتیں دی ہیں ...... بڑا ہی بد قسمت وہ انسان ہے جو خدا تعالیٰ کو اپنی مرضی کے مطابق چلانا چاہتا ہے خدا تعالیٰ کے ساتھ تو دوست والا معاملہ چاہیئے کبھی اس کی مان لی اور کبھی اپنی منوالی ...... خدا تعالیٰ نے اپنی قضاء و قدر کے راز مخفی رکھے ہیں اور اس میں ہزاروں مصالح ہوتے ہیں ..... ہم نے تو آزمایا ہے تھوڑا سا دکھ دیکر وہ بڑے بڑے انعام و اکرام فرماتا ہے وہ جہان ابدی ہے جو لوگ ہم سے جدا ہوتے ہیں وہ تو واپس نہیں آ سکتے ہاں ہم جلدی ان کے پاس چلے جائیں گے اس جہان کی دیوار کچی ہے اور وہ بھی گرتی جاتی ہے پھر انسان کو یہ بھی پتہ نہیں ہوتا کہ کب جاتا ہے جب جائے گا بھی تو ..... خالی ہاتھ جائے گا ہاں اگر کسی کے پاس اعمال صالحہ ہوں تو وہ ساتھ جائیں گے ...... امتحان کا ہونا تو ضروری ہے اور امتحان بڑی چیز ہے سب پیغمبروں نے امتحان سے ہی درجے پائے ہیں ...... مومن کو چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کی قضاء و قدر کے ساتھ کبھی شکوہ نہ کرے اور رضا بالقضا پر عمل کرنا سیکھے ۔"

(ملفوظات جلد نہم صـ ۳۷۸ تا صـ ۳۸۳)

دنیا بھی اک سرا ہے بچھڑے گا جو ملا ہے
گر سو برس رہا ہے آخر کو پھر جدا ہے
شکوہ کی کچھ نہیں جا یہ گھر ہی بے بقا ہے

اے دوستو پیارو عقبٰی کو مت بسارو
کچھ زادِ راہ لے لو کچھ کام میں گذارو
دنیا ہے جائے فانی دل سے اسے اتارو

(درِّ ثمین)

ہو فضل تیرا یا ربّ یا کوئی ابتلا ہو
راضی ہیں ہم اسی میں جسمیں تری رضا ہو
مٹ جاؤں میں تو اسکی پرواہ نہیں ہے کچھ بھی
میری فنا سے حاصل گر دین کو بقا ہو
شیطان کی حکومت مٹ جائے اس جہاں سے
حاکم تمام دنیا پہ میرا مصطفٰےؐ ہو

محمود عمر میری کٹ جائے کاش یونہی
ہو روح میری سجدہ میں سامنے خدا ہو۔

(کلامِ محمود)

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی زبان مبارک سے

حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ نور اللہ مرقدھا کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ

حضور نے فرمایا۔

"میراان کا ساتھ بڑا لمبا تھا۔ قریباً ۴۷ سال ہم میاں بیوی کی حیثیت سے اکٹھے رہے اور اس عرصے میں جہاں انہیں مجھے دیکھنے اور سمجھنے اور پرکھنے کا موقع ملا اسی طرح مجھے بھی انہیں دیکھنے، سمجھنے اور پرکھنے کا موقع ملا۔"

حضور نے حضرت سیدہ بیگم صاحبہ کے ساتھ گزرے ہوئے ایام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا "ہمارا رخصتانہ ۵ر اگست ۱۹۳۴ء کو ہوا تھا اور ۶ر اگست کو مَیں انہیں بیاہ کر قادیان پہنچا تھا اور ٹھیک ایک ماہ بعد یعنی ۶ر ستمبر ۱۹۳۴ء کو میں اپنی تعلیم کے لئے انگلستان روانہ ہو گیا تھا۔ حضور نے فرمایا یہ پہلی چیز تھی جس نے مجھے موقعہ دیا کہ مَیں ان کی طبیعت کو سمجھوں۔ ایک ذرّہ بھر بھی انقباض ان کے چہرے پر یا ان کی طبیعت میں پیدا نہیں ہوا کہ مَیں اپنی وہ تعلیم مکمل نہ کروں جس تعلیم نے آئندہ چل کر مجھ سے بہت سی خدمات لینی تھیں۔

حضور نے فرمایا ہماری شادی ان بہت سی بشارتوں کے نتیجے میں ہوئی تھی جو حضرت اماں جان سیدہ نصرت جہاں بیگم نور اللہ مرقدھا کو ہوئی تھیں۔ اور یہ رشتہ حضرت اماں جان نے خود کروایا تھا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ یہ انتخاب اللہ تعالیٰ نے بعض خاص اغراض کے ماتحت خود کیا تھا۔ اور میرے لئے ایک ایسی ساتھی عطا کی جو میری زندگی کے مختلف ادوار میں میرے بوجھ بانٹنے کی اہلیت بھی رکھتی تھی اور عزم اور ارادہ بھی رکھتی تھی حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی اس عطا کا میں جتنا بھی شکر کروں کم ہے۔

حضور نے فرمایا وہ بڑی دلیر عورت تھیں ۱۹۷۶ء میں جب میں امریکہ گیا تو مجھے ایک خط ملا جس میں کہا گیا تھا کہ تین دفعہ آپ کی جان لینے کی کوشش کی جائے گی اور چوتھی بار اغوا کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ حضور نے فرمایا مَیں نے تو خط لے کر جیب میں ڈال لیا کیونکہ مجھے پتہ ہی نہیں کہ ڈر کسے کہتے ہیں۔ پھر مَیں نے سوچا کہ جماعت کہے گی کہ ہمیں بتایا ہی نہیں اس پر مَیں نے انہیں بتا دیا۔ جب کینیڈا میں ٹورانٹو پہنچا تو ہوائی اڈے پر سامان وغیرہ کی چیکنگ کے دوران ہمیں ایئر پورٹ سے باہر ایک علیحدہ عمارت میں لیجایا گیا

جہاں احباب جماعت استقبال کے لئے جمع تھے وہاں احباب جماعت سے مصافحہ ہوا۔ منصورہ بیگم نے بھی خواتین سے مصافحہ کیا اور جلدی سے فارغ ہو کر خاموشی سے میرے پیچھے آکر میرے پہریدار کے طور پر کھڑی ہوگئیں۔ انہوں نے غور کیا کہ ایک آدمی غیر محسوس طور پر میرے قریب ہونے کی کوشش کر رہا ہے۔ منصورہ بیگم کی فراست بڑی تیز تھی۔ وہ فوراً بھانپ گئیں کہ یہی وہ شخص ہے جس نے خط لکھا تھا۔ انہوں نے فوراً ڈیوٹی پر متعین خدام کو بتایا اس پر اس شخص کو پکڑ لیا گیا اس نے اعتراف کیا کہ یہ خط میں نے ہی لکھا تھا پھر اسے پولیس کے حوالے کر دیا گیا۔

حضور نے فرمایا میرا تاثر ہے کہ میری حفاظت کے لئے انہوں نے یہ طریق بنا لیا تھا کہ جب تک میں سو نہ جاؤں وہ نہ سوتی تھیں اور کوئی کتاب پڑھتی رہتی تھیں اور جونہی میں سوتا تھا چند منٹ کے بعد بتی بجھا کر سو جاتی تھیں۔ حضور نے

واقعات کا بھی ذکر فرمایا اور بتایا کہ عورتوں کو تسلی دینے اور ان کے غم میں شریک ہونے کا کام انہوں نے اپنے ذمہ لے لیا۔ حضور نے فرمایا ان کی بے نفسی کا یہ عالم تھا کہ مجھے آج پتہ لگا کہ انہوں نے ۱/۲ حصہ کی وصیت کی ہوئی تھی اور ان کی جو اپنی آمد آتی تھی وہ اسے بالکل چھپا کر خاموشی سے حصہ آمد ادا کر دیا کرتی تھیں اور کبھی مجھے پتہ بھی نہیں لگنے دیا اور انہوں نے اپنا وصیت کا بیشتر حصہ پہلے ہی ادا کر دیا تھا۔

حضور نے فرمایا کہ یہ احسان خدا تعالیٰ نے مجھ
پر کیا کہ ایک ایسی اچھی ساتھی
عطا کی اس پر خدا کی حمد کریں

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

کا ورد کریں۔ اللہ اکبر کے نعرے لگائیں اور ان کے لئے دعائیں کریں۔ ان سارے غموں کو اڑانے کے لئے ایک ہی فقرہ کافی ہے

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

یہ موقعے غم کے نہیں بلکہ اللہ کی رحمتوں کے حصول کے ہیں اور انہیں اپنی غفلتوں سے ضائع نہیں کرنا چاہیئے اگر ہم اللہ کے وفادار بنے رہیں تو وہ ہم پر اپنی رحمتوں کی بارش اسی طرح کرتا رہے گا جس طرح پہلے کرتا چلا آرہا ہے۔

فرمایا ان کا صرف میرے ساتھ تعلق ہی نہیں تھا بلکہ ساری جماعت کے ساتھ تعلق تھا اور جو سات دورے میں نے اپنی (قیادت جماعت احمدیہ) کے دور میں دنیا کے کئے ان میں وہ میرے ساتھ رہیں اور جو میری دینی اور جماعتی ذمہ داریوں کا بوجھ تھا وہ انہوں نے میرے ساتھ بڑی دلیری، بڑی ہمت اور بڑی خوبصورتی کے ساتھ ہنستے مسکراتے چہرے کے ساتھ اٹھایا۔ پچھلے سال جب ہم تین براعظموں کے سفر پر نکلے تو ہم نے تقریباً ۵۰ - ۶۰

ہزار میل کا سفر کیا۔ بعض دنوں میں تو بڑی کوفت ہوتی تھی جب لندن سے کینیڈا گئے تو تیس گھنٹے کے بعد ٹورانٹو میں بستر میں لیٹے میرے اوپر خدا کی خاطر ان کا اتنا احسان تھا کہ وہ میرا اتنا خیال رکھتیں کہ دو منٹ بھی میرے ضائع نہ ہوں بلکہ دینی مصرف میں آئیں ایک موقع پر غانا میں ایک قصبے میں قریباً ۲۴ - ۲۵ ہزار مرد عورتیں جمع تھے۔ عورتیں کچھ زیادہ تھیں ساری عورتوں سے منصورہ بیگم نے مصافحہ کیا، حالات پوچھے مشورے دئیے، عورتوں نے انہیں دعاؤں کے لئے کہا۔ ان ملکوں کے لوگ احمدیت سے بڑا پیار کرتے والے ہیں۔ وہ گھیراؤ کر لیتے ہیں پچھلے سال ایک جگہ پر مصافحہ کرنے کا پروگرام نہیں تھا مگر عورتوں نے گھیرا ڈال لیا اور منصورہ بیگم نے سب سے مصافحہ کیا۔ نہ دن کو دن سمجھا نہ رات کو رات، میرے وقت کا خیال رکھا میری صحت کا خیال رکھا، میری حفاظت کا خیال رکھا اور اتنی باریکیوں کے ساتھ میرا خیال رکھتی تھیں کہ آپ اندازہ نہیں کر سکتے۔ حضور نے خواتین کو تلقین کی کہ وہ بھی دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ منصورہ بیگم کو جزا دے کیونکہ آپ کا بھی ان سے تعلق تھا بعض سے براہِ راست اور بعض سے بالواسطہ۔

(باقی)

"آپ کھانا پکا رہی ہوتی ہیں آپ دیگچی میں چمچہ ہلا رہی ہوتی ہیں تا مسالہ بھون لیں تو آپ اپنے ہاتھ کی حرکت کے ساتھ سبحان اللّٰہ و بحمدہٖ سبحان اللّٰہ العظیم پڑھ سکتی ہیں آپ اپنے ہاتھ کی حرکت کے ساتھ اللھم صلی علی محمد پڑھ سکتی ہیں اس طرح جو کھانا تیار ہوگا وہ کھانے والوں کے معدہ میں صرف مادی غذا ہی مہیا نہیں کرے گا بلکہ آپ کی دعاؤں کے نتیجہ میں انہیں روحانی غذا سے بھی حصہ ملے گا"

(حضور ایدہُ اللہ)

"حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں باقی سب اس کے ظل تھے۔ سو تم قرآن کو تدبر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو۔ ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو"

(حضرت اقدس)

لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع ۱۹۸۱ء کے موقع پر احمدی خواتین سے

حضرت سیّدہ منصورہ بیگم نور اللہ مرقدہا کا بصیرت افروز آخری خطاب

ایمان کا تقاضا اور ہمارا نصب العین ذکرِ الٰہی اطاعت دُعا اور عمل ہے

ذکرِ الٰہی دلوں میں نیکی، نور اور جلاء پیدا کرتا ہے اسی سے دُعا، مخلصانہ عمل اور اطاعت کی توفیق ملتی ہے

اپنی اور اپنے بچوں کی تربیت کریں اُن میں غیرت و حمیت پیدا کریں اور یہ خیال رکھیں کہ اتباعِ سنّتِ نبوی ہمارا فرض ہے

مرتبہ :- مکرم بشیر احمد صاحب اختر

حضرت سیّدہ منصورہ بیگم نور اللہ مرقدہا حرم حضور ایدہ اللہ نے ۲۴ اخاء ۱۳۶۰ ہش (۲۴ اکتوبر ۱۹۸۱ء) کو لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع پر جو نہایت بصیرت افروز تقریر فرمائی وہ درج ذیل کی جاتی ہے۔ یہ تقریر غیر معمولی اثر و جذب اور خاص اہمیت کی حامل ہے۔ یہ آپکا آخری خطاب تھا جو آپ نے نہایت دردمندی کے ساتھ احمدی خواتین سے فرمایا۔ احمدی بہنیں اور لجنات اسے بار بار پڑھیں، اجلاسوں میں سنانے کا اہتمام کریں اور پھر اس پر پوری طرح عمل کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت سیّدہ مرحومہ مغفورہ کی قیمتی نصائح پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین

(مدیرہ)

تشہّد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد آپ نے فرمایا :-

"کچھ تو کل سے میری طبیعت خراب ہے۔ رات شوریٰ پر آنے سے فلو زیادہ اور گلا بند ہے۔ میں تھوڑا سا ہی وقت دوں گی آپ کو۔ جو بھی مجھ سے اس وقت کہا گیا وہ کہہ دوں گی، اگر آپ غور سے سنیں۔

ایمان کا صحیح تقاضا

ہمارا نصب العین اور ایمان کی جو بنیاد ہے وہ ذکرِ الٰہی، اطاعت، دعا اور عمل ہے۔ میں نے بڑا ہی غور کیا ہے، کئی دفعہ مجھے محسوس ہوا ہے کہ آج کے زمانے میں کچھ کمی آگئی ہے ذکرِ الٰہی کی اور اس چیز کی اہمیت کی۔ آج کا زمانہ جس طرف جا رہا ہے اس طرف زیادہ توجہ دی جا رہی ہے۔ حالانکہ اگر ہم ہر وقت اپنے دل اور اپنی

زبان سے اٹھتے بیٹھتے، ہر وقت اللہ تعالیٰ کی صفات کو یاد کریں اور ذکر کریں، خدا کو یاد رکھیں تو

ذکرِ الٰہی

دل میں نیکی اور نور اور جلاء پیدا کرتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے احسان اور اس کے فضلوں کو اور اس کے احساس کو بڑھاتا ہے۔ اس کے لئے گھروں میں بھی ہم اپنے بچوں کے سامنے ہر وقت، اٹھتے بیٹھتے، جس وقت بھی ہمارے پاس فارغ وقت ہو ان کی طرف بھی توجہ کریں، توجہ دلائیں ان کو اور ہم بھی ذکر کریں۔ دیکھیں! جس وقت خدا تعالیٰ کو ہم یاد کرتے ہیں اپنی کسی تکلیف میں یا کسی رحمت کیوقت، ہم اس کی جو تعریف کرتے ہیں مثلاً ہم کہتے ہیں

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْم

تو ہمارے ذہن میں، ہمارے دل میں خدا تعالیٰ کی عظمت کا ایک نور سا پیدا ہوتا ہے۔ ہر وقت اگر ہم ذکر کریں خدا کا اور خدا کو یاد رکھیں، تو یہ نیکی کو بڑھاتا ہے اور نیکی اور نور اور جلاء دلوں میں پیدا کرتا ہے اور دماغوں کو صحیح راستہ پر چلا کے ان کی بھی رہبری کرتا ہے، دل کی بھی رہبری کرتا ہے۔ اب دیکھیں جس وقت کوئی بیمار ہو یا کچھ پریشانی ہو تو خدا تعالیٰ کی اتنی بیشمار صفات ہیں، ان گنت ہیں، ہم اپنے لئے خدا کو پکارتے ہیں، تو ہمارے لئے بھی خدا تعالیٰ رحمت کی راہ کھولتا ہے اور ہم سے راضی ہوتا ہے۔ ہم کہتے ہیں اے کافی و شافی خدا! ہمیں شفا دے۔ ہم کہتے ہیں اے حیّ و قیّوم! اسی طرح اے رحیم و کریم، اس کی صفات کو ہم یاد کرتے ہیں اور اس سے مانگتے ہیں اور اس کی بڑائی کرتے ہیں، اس کی کبریائی کو یاد رکھتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی جماعت نہیں بیٹھتی کہ وہ اللہ کا ذکر کرتے ہوں مگر فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں، رحمتِ خداوندی ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر سکینت نازل ہوتی ہے۔

یہ حقیقت ہے

کہ ہمیں جو سکون اور تسلّی اور جو بھی ہمارے دلوں میں ایک قرار ہوتا ہے، خدا جب تک ہمارے سامنے نہ ہو، ہم خدا کو نہ پکاریں، خدا کو یاد نہ رکھیں، اس وقت تک ہمارے دلوں میں نہیں ہو سکتا۔ اب دیکھیں غیر قوموں میں جو آج خدا کو بھول بیٹھی ہیں ایک ہنگامہ ہے ان کی زندگی۔ ان کے اندر کوئی سکون نہیں، کوئی ان کو چین نہیں۔ ان کی بڑی بے چین اور بڑی بے قرار زندگی ہے۔ کیونکہ ان کا کوئی سہارا نہیں کوئی پیارا نہیں کس کو پکاریں؟۔ معاشرہ دہریہ ہے، اس کیلئے کچھ نہیں۔ وہ کہتے ہیں آئے، گئے، کھایا، پیا، مرگئے۔ لیکن اسلام نے تو جو کچھ دیا ہے وہ ہمارے لئے بھی ہے۔ اگر ہم اس کے لئے اخلاص سے کوشش کریں۔ اور پھر یہ کہ

ہم دعا کرتے ہیں

دعا بھی جب تک ہم عمل نہ کریں کوئی فائدہ نہیں
دیتی۔ اب عمل ہے۔ عمل کی بھی ہمیں رہبری جبھی ہوتی
ہے جب ہم خدا کو اپنے سامنے دیکھیں، خدا کو یاد
کریں۔ پھر عمل کرتے ہوئے ہمیں ہر وقت خدا یاد ہو
تو ہمارے اس عمل میں بھی برکت ہوگی اور عمل جب
دعا کے بغیر ہوگا تو اس عمل کا کوئی فائدہ نہیں اور
جب صرف دعا ہوگی اور عمل کچھ بھی نہیں ہوگا تو
اس دعا کا بھی کوئی فائدہ نہیں۔ اب بعض ایسے
لوگ ہیں کسی نے مالا لٹکائی ہوئی ہے، جبہ و دستار
پہنی ہوئی ہے۔ اس پر یہ دعویٰ کہ بڑا ولی ہے
یہ ہے وہ ہے۔ لیکن اُن کو ان کے اندر کا نہیں
پتہ کہ ان کی ظاہری شکل کیا ہے؟ اور اندر ان کے کیا
ہے؟ صرف ظاہر کو دیکھتے ہیں نا۔

ہمارے سامنے ایک اسوہ ہے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ ہمیں اسی کو دیکھنا چاہیئے انکے نقش قدم
پر چلنا چاہیئے

۔ لیکن اگر ہم خدا کو ہی بھول جائیں
گے تو پھر کوئی ہمارا مقصد نہیں رہتا۔
تو میں آپ سے یہ کہوں گی کہ آپ ایک تو
اتنی کثرت سے ذکر کریں کہ آپ کی دنیا اور آخرت
سنور جائے۔ اور میں سمجھتی ہوں کہ اگر خدا کو ہر
وقت ہم یاد رکھیں تو ہمارے اپنے لئے بھی، ہمارے
نفسوں کے لئے بھی ایک رہبری ہے ہر وقت کی۔ پھر
یہ کہ

دعاؤں پر زور دیں۔

آج کا زمانہ جو ہے وہ اس قدر ابتلاؤں میں گھرا ہوا ہے۔
کہ جب تک آپ عمل نہ کریں گی کوئی فائدہ نہیں۔ عملِ
صالح بھی آپ جبھی کر سکتی ہیں جب آپ کے دل میں
عشق ہوگا خدا کا، خدا کے رسولؐ کی محبت ہوگی،
تو خود ہی آپ کے عمل میں بھی حُسن پیدا ہوگا۔ اور حُسن
جبھی پیدا ہوگا جب ہر وقت آپ خدا تعالیٰ کو یاد رکھیں
گی۔ آپ اس کے فضلوں کو اور اس کے احسانوں کو
اور جو کچھ آپ کو دینا ہے اس نے اور جو کچھ آپ نے
اس سے لینا ہے، جو کچھ خدا تعالیٰ نے آپ کو دیا ہے،
یہ سب کچھ آپ کے لئے ہے۔ یہ سب کچھ آپ کو نظر
آئے گا اس کی یاد میں۔ پھر آپ کو ہر وقت اس کی
رضا کی تلاش رہے گی

عمل آپ جبھی کر سکتی ہیں
جب خدا تعالیٰ سے آپ کا تعلق ہو۔ جب خدا سے
تعلق توڑ دیا تو پھر انسان کچھ بھی نہیں۔ بھیڑ، گائے،
بکری والا حال ہو جاتا ہے، جیسا کہ آج کل دنیا کا
ہے۔ اور دعائیں بھی کثرت سے کریں۔ میں تو سمجھتی
ہوں دعا کی توفیق کے لئے بھی آپ دعا ہی کیا کریں۔
میں تو اکثر دعا کرتی ہوں۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے
کہ انسان کا دل پکار رہا ہوتا ہے، اس کی خواہش
ہوتی ہے اور اس کے اوپر بعض دفعہ ایسے وقت

آتنے ہیں کہ وہ کہتا ہے کہ میں اس طرح دعا کروں کہ بالکل فنا ہو جاؤں۔ اس طرح خدا کے حضور حاضر ہو جاؤں کہ جس طرح وہ جو کہتے ہیں "فنا فی اللہ" ہو کے انسان مانگتا ہے۔ لیکن وہ کیفیت بعض وقت نہیں پیدا ہوتی۔ تو دعا کے لئے بھی دعا کرنا ہے۔

میں تو یہ دعا کرتی ہوں

کہ الٰہی! تو مجھے خود دعا سکھا اور میری دعائیں وہ رنگ بھر دے جو تیری قبولیت کو کھینچ سکے۔ اور دعا بھی جو میں نے مانگنی ہے، جو مجھے چاہیئے جو میں نے آگے مانگنی ہے، جو میں آج مانگ رہی ہوں، تو اسے قبول کر۔ تو دعا کیلئے بھی انسان دعا کرتا ہے۔ اور جب خدا کو ہم پیار سے اور محبت سے پکاریں گے تو دعا بھی ہماری قبول ہو گی۔ اور خدا بھی اس دعا کو سنتا ہے کہ یہ میرا بندہ میرے آگے عجز اور انکساری کے ساتھ صرف میرے در پہ آ کے جھکا ہوا ہے اور مجھ سے مانگ رہا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کی دعا قبول نہ ہو۔ یہ ٹھیک ہے کہ کبھی دیر ہوتی ہے۔ کبھی انسان سمجھتا ہے کہ میرے لئے یہ فائدہ مند ہے اور خدا تعالیٰ کے نزدیک اس کے لئے کوئی دوسرا راستہ اچھا ہوتا ہے۔

پھر عمل آپ کے سامنے ہے۔

حضرت..... (بانی سلسلہ احمدیہ) نے دین آپ لوگوں کے سامنے رکھی۔ اس وقت جو کہا گیا اس پر عمل کریں۔ آپ تقریریں سنتے ہیں۔ لیکن ادھر سنا اُدھر بھول گئے، گھروں میں گئے، کچھ نہیں ہوا، کبھی تمسخر میں اڑا دیا۔ تو کوئی فائدہ نہیں جب تک آپ کا اپنا عمل نہ ہو۔ آپ یہ نہ سمجھیں تو آپ کے اندر حمیّت نہیں ہوگی کہ ہم کونسی جماعت ہیں؟ اور حضرت .... (بانی سلسلہ احمدیہ) سے وابستہ ہیں۔ مَیں سمجھتی ہوں جب تک غیرت اور حمیّت نہ ہو انسان میں، اس سے کوئی نیکی، کوئی عمل ہو ہی نہیں سکتا۔ اس کو برائی سے بچاتی ہے یہی چیز، غیرت بھی اور حمیّت بھی۔ وہ جو کہتے ہیں نا کہ کوئی کہہ نہ دے۔ اب آپ لوگوں کی کسی کمزوری کو دیکھ کے غیر طعنہ دے دیتا ہے کہ جی ہم میں اور آپ میں کیا فرق ہے؟ ٹھیک ہے جب آپ اچھا نمونہ نہیں دکھائیں گے تو وہ لوگ یہی کہیں گے۔ اگر آپ اپنا اچھا نمونہ دکھائیں اور اپنا صحیح عمل، اسلام نے جو ہمیں بتایا ہے، وہ اپنا صحیح عمل دکھائیں گی تو لوگ خود ہی کھچے چلے آئیں گے۔

حضرت .... (بانی سلسلہ احمدیہ) کے نام کو چھپانا غیروں کے سامنے اور پھر یہ کہ غیر ہمیں یوں نہ سمجھیں۔ غیر سے ڈرنا مومن کا کام نہیں ہے۔ مومن تو خدا سے ڈرتا ہے صرف۔ مومنین کا جو کام ہے وہ صرف خدا سے ڈرنا ہے۔ انسانوں سے تو ڈرنا بزدلی ہے۔

مومن تو کبھی بزدل نہیں ہوتا۔

یہ بزدلی اور بے غیرتی ہوتی ہے جو ہم غیروں کے

سامنے کرتے ہیں ۔ اب کئی باتیں ایسی نوٹ میں آئیں کہ کوئی جلسہ وغیرہ ہوا ہے، غیر احمدی بلائے ہیں اور اس میں حضرت .... (اقدس بانی سلسلہ احمدیہ) کا نام نہیں ۔ آپ نے تو ان کے سامنے پیش کرنا ہے کہ حضرت ...... (اقدس) کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کس قدر عشق ہے، کس قدر پیار ہے ۔ اور آپ تو دین کی صحیح تعلیم لے کے آئے ہیں ۔ آپ کو غلط راستہ پر تو نہیں چلانے آئے اور پھر یہ کہ بدعات مٹانے کیلئے آئے ہیں جو دین کے اندر پیدا ہو گئی ہیں اور یہ سب کچھ ہندؤں کی نقل سے جنکی رسوم میں دلکشی محسوس کی لوگوں نے "اس رنگ میں رنگ گئے۔ یہ جو رسوم ہوتی ہیں یہ تو ہندوؤں سے لی ہوئی چیز ہے ۔ لیکن یہ جو بدعات ہیں یہ بالکل الگ چیز ہیں

اب کل میری طبیعت کو

بڑا سخت اس بات کا صدمہ ہوا

کہ اگاؤں کی تو خیر اور بات ہے چلو بھئی جہالت بھی کہہ سکتے ہیں، جب سنا کہ شہری عورتیں اصرار کر رہی ہیں بدعت کے جواز پر ۔ میلاد پر اصرار ہو رہا ہے ۔ پھر یہ "قرآن خوانی" پر اصرار ہو رہا ہے بھئی قرآن تو آپ نے ہر روز پڑھنا ہے۔ چھپ کے بھی پڑھنا ہے ظاہر میں بھی پڑھنا ہے ۔ قرآن کی تو تلاوت کرنی ہے قرآن ہی کے بتائے ہوئے طریق پر نہ کہ اس طریق کے خلاف ۔ یہ تو جائز نہیں کسی جماعت کے لئے کہ "قرآن خوانی" کرائے غیر مسنون طریق پر ۔ کسی نے کل اعتراض کیا کہ حضرت مصلح موعود نے قرآن مجید پڑھایا تھا، کہا تھا کہ قرآن پڑھو ۔ کون منع کرتا ہے ۔

قرآن تو ہماری رُوح ہے اور اسوۂ رسول ہماری جان ۔

مَیں تو اپنے کمرے میں ہی پڑھتی رہی تھی ۔ یہ ٹھیک ہے کہ آپ نے فرمایا تھا کہ کثرت سے دعائیں کرو، کثرت سے قرآن مجید پڑھو ۔ لیکن یہ نہیں کہا تھا کہ تم لوگ بیٹھ کر قرآن خوانی کرو غیر مسنون طریق پر یا ختم قرآن کرو اور پھر اس کے بعد مٹھائی بانٹو اور پھر ایک جشن مناؤ ۔ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی ۔ ہجرت کے وقت تو حالت بھی ایسی تھی کہ دن کیا، رات کیا، ہر وقت دعاؤں میں مشغول اور سجدوں میں ہی پڑے رہتے تھے ۔ آپ نے فرمایا کہ دعائیں کثرت سے کرو ۔

مجھے یاد ہے

کہ آپ کی اتنی تاکید کے باوجود ایک دفعہ مَیں نماز پڑھ رہی تھی ۔ مجھے تو پتہ نہیں لگا کہ کون آیا ہے کیونکہ اس وقت تو کوئی ٹھکانہ نہیں تھا ۔ حضرت مصلح موعود دو تین دفعہ کمرے میں سے گذرے ہوں گے مجھے نہیں پتہ لگا، مَیں سجدے میں تھی ۔ آپ نے دیکھا کہ دو تین دفعہ میں گذرا ہوں یہ سجدے سے نہیں اٹھی ۔ کچھ تو مَیں ان دنوں میں بیمار تھی شائد اس وجہ سے بھی کہا ہو گا کہ مَیں اتنا لمبا سجدہ نہ دوں ۔ لیکن ساتھ آپ کو خیال آیا ہو گا کہ شاید ابتلا کا وقت ہے تو میرے دل میں یہ نہ خیال ہو کہ یہ کیا مصیبت آپڑی ۔ امتحان کو مصیبت نہ سمجھنے لگوں، آپ نے

فرمایا کہ دعائیں تو کرو۔ لیکن

خدا تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنا چاہیئے۔

اور ابتلاء تو آتے ہی ہیں۔ ان ابتلاؤں کو صبر و رضا کے ساتھ برداشت کرنا چاہیئے۔ ان دو لفظوں میں ہی مجھے سمجھا دیا۔ آپ یہ کہہ کے پاس سے گزر گئے۔ لیکن اس چھوٹی سی چیز کو بھی، آپ نے، باوجود دعاؤں پر تاکید کے اور دیکھتے ہوئے کہ سارے ہی دعائیں کر رہے ہیں اور آپ بھی دعاؤں کے لئے کہتے تھے، آپ نے پکڑا تا ایسا نہ ہو کہ کوئی بے صبری دکھا دے یا دل میں کوئی اس قسم کا خیال آجائے۔ دعاؤں پر زور بھی دیتے اور ساتھ یہ بھی تربیت کرتے چہ جائیکہ آپ یہ کہیں کہ بھئی قرآن مجید کا ختم کرنا چاہیئے۔ اور اگر آپ کے دلوں میں رُعب ہے دنیا کا کہ وہ جو غیر کہتے ہیں اس کو مان لیں تو پھر تو کوئی فائدہ نہیں اسلام کا دعویٰ کرنے کا۔

میری بچیاں سکول جاتی تھیں۔ عیسائی سکول تھا۔ مَیں نے ان سے کہا جس وقت وہ اپنی اجتماعی عبادت کرتی ہیں، اُس وقت تم لوگ مُنہ میں

درُود پڑھتے رہا کرو

اور خبردار! جو تم نے ایک لفظ بھی ان کا دہرایا۔ چھوٹی چھوٹی بچیاں تھیں کوئی پانچ سال کی، سات سال کی۔ مَیں نے ان کو بتایا کہ تم کثرت سے اسی وقت درُود پڑھتی رہا کرو۔ یہ بھی غلط بات ہے کہ لوگ بُرا مانتے ہیں۔ وہاں جو ریورنڈ مدر (REVEREND MOTHER) تھی۔ میری بچی نے ایک دو دفعہ کھیلوں میں حصّہ لیا ڈرامہ وغیرہ چھوٹے چھوٹے کھیل، کوئی پری بنا رہا ہے، کچھ کر رہے ہیں۔ اتفاق ایسا ہوا کہ دو دفعہ اسکو بخار چڑھ گیا۔ آخر پرنسپل نے خود اس کو کہا کہ دیکھو! "تمہارے مذہب میں چونکہ یہ ٹھیک نہیں ہے تم حصّہ نہ لیا کرو۔" یعنی ایک عیسائی عورت تو احترام کرتی ہے ہمارے اس جذبہ کا۔ اور آپ جو احمدی ہیں۔ بدعات میں شریک ہو جاتی ہیں۔ بجائے اس کے کہ دنیا کو راستہ بتائیں، اُلٹا آپ دنیا کی تقلید کرتی ہیں اور کہتی ہیں کہ کیا کریں؟ پھر وہ سکولوں سے نکال دیں گے، نکال دیں۔ خدا کے راستے تو بند نہیں کئے انہوں نے۔ تھوڑی سی

مصیبتیں اور ابتلا آتے ہیں

جماعتوں کے اوپر۔ باقی یہ تو غلط بات ہے کہ آپ کمزوری دکھائیں۔ اگر آپ دلیر ہیں تو کسی کی مجال ہے جو آپ کو کچھ کہے۔ بالکل غلط یہ بہانے ہوتے ہیں۔ صرف یہ ہے کہ آپ خدا کی بجائے لوگوں کو خوش کرنا چاہتی ہیں یہ بزدلی ہے اور بزدلی تو ایمان والوں کے لئے لعنت ہے بالکل۔ آپ لوگ صحیح عمل کریں۔ نیک نمونہ پیش کریں۔

اب مجھے افسوس اس لئے بھی زیادہ ہوا کہ صبح کے وقت تقریر سنی آپ نے ... (حضور ایدہ اللہ)

کی۔ اور آپ کو وہ سمجھا رہے ہیں، آپ کو بتا
رہے ہیں کہ کیا حالات ہیں؟ یہ ترقی کا زمانہ ہے۔
یہ اسلام کی ترقی کا زمانہ ہے، آپ لوگوں نے
آگے ہی آگے بڑھنا ہے۔ اور آپ وہ نصائح تو بھول
گئیں   اور اس قسم کے قصے لے بیٹھیں
اس کا مطلب ہے کہ آپ کے دلوں میں جلاء پیدا
نہیں ہوئی۔ مَیں سب کو نہیں کہتی۔ بڑے ہی اچھے
دل بھی ہیں۔ خدا تعالیٰ نے آخر حضرت بانی سلسلہ احمدیہ
...... کو پاک جماعت دی ہے ہیرے جیسے دل دیئے
ہیں۔ بڑے مخلص ہیں مرد بھی، عورتیں بھی، بچے بھی،
نوجوان بھی۔ جو الٰہی جماعتیں ہوتی ہیں یہ تو نہیں ہوتا
کہ یونہی نام کے وہ اس میں شریک ہو جاتے ہیں۔
خدا تعالیٰ ان کے دلوں کو بدلتا ہے اور ان کے دلوں
میں ایمان بھر دیتا ہے، وہ بہت ہیں۔ بہت جوشیلی
عورتیں بھی ہیں لیکن

بات صرف یہ ہے

کہ جو کہتے ہیں ناکہ ایک گندی مچھلی سارے پانی کو
گندا کر دیتی ہے۔ اگر ایک بھی شخص ایسا ہو تو جماعت
بدنام ہو جاتی ہے۔ اور مَیں سمجھتی ہوں کہ یہ ذمہ دار
اور عہدہ دار جو ہیں لجنات کی، یہ ان کا قصور ہے
اگر وہ اس قسم کے مسائل آپ کو بتائیں اپنے اجلاسوں
میں اور آپ کی وہ سنیں اور آپکی تربیت کے لئے
اپنے علم میں آگے بڑھیں۔ لیکن جس کو علم نہیں
ہوتا وہ نہیں بتاتی۔ چھوٹی چھوٹی چیزیں جو ہوتی ہیں
وہ بڑی بن جاتی ہیں۔ چھوٹی چھوٹی چیزوں سے غفلت
کر کے انسان کہتا ہے کہ چلو اس میں کیا ہے۔ باقی
اجلاس بلا لیتے، باتیں کر لینی اس سے تو تربیت نہیں
ہو سکتی۔

اصل چیز تو تربیت ہے

تربیت کریں اپنے بچوں کی، اپنی بھی، اپنے نفس کی بھی
انسان اپنے نفس کا محاسبہ جو کرتا ہے وہ زیادہ
اس کو خدا تعالیٰ سے دعا کرنے پر مجبور کر دیتا ہے یہ
نہیں کہ اپنے آپ کو سمجھ لے کچھ، کہ میرے میں تو
کوئی نقص ہی نہیں ہے۔ ہر آدمی اپنی کمزوری کو اندر
سے جان رہا ہوتا ہے کہ میرے میں یہ کمزوری ہے
اور اس پہ نادم ہو رہا ہوتا ہے۔ اب ہم اپنی کمزوری
کو دیکھتے ہیں تو کچھ کرتے ہیں، کسی وقت کوئی سُستی
ہو جاتی ہے، کوئی غفلت ہو جاتی ہے، نماز میں ہی
یا بعض اوقات انسان بیماری میں نماز پڑھتا ہے،
لیکن اس نماز کا مزہ نہیں آتا۔ اس حالت میں پھر
آدمی یہی دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مَیں بیمار ہوں مجھے
اس وقت نماز جیسی بھی پڑھی گئی ہے، پڑھی گئی،
تو میری حالت جانتا ہے تو اس کو قبول کر اپنے فضل
سے یعنی ہر چیز کیلئے ہم خدا کو پکارتے ہیں اور دعا
کرتے ہیں اپنے لئے بھی، اپنی نمازوں کے لئے بھی،
اپنی دعاؤں کے لئے بھی کہ تو قبول کر۔ یہ تو نہیں کہ
ہم میں کمزوری ہے، ہم اس کو چلنے دیں کہ چلو کوئی
بات نہیں دیکھا جائے گا، اللہ میاں نے فضل کرنا

ہوگا کر دے گا۔ نہیں تو نہ سہی۔ جب تک آپ کوشش نہیں کریں گی صالح اور صحیح عمل کرنے کی، اس وقت تک وہ عمل مقبول نہیں ہو سکتا۔ اور جبتک اس عمل کیلئے آپ دعا نہیں کریں گی اس میں برکت نہیں پیدا ہو سکتی خالی آپکے اجلاس کر لینے سے کچھ نہیں بنتا۔ چندہ بھی آپ لیں گی تو جبتک دعا نہیں کریں گی اور اس میں آپ کا صحیح جذبہ ایمان کا نہیں ہوگا اس میں برکت نہیں ہوگی۔ آپ ہزاروں بھی جمع کر کے مرکز میں بھجوادیں گی لیکن اس میں دینے والے کی نیت کا بھی اور آپ لوگوں کی نیت کا بھی دخل ہے۔ اگر آپ بشاشت سے اس کو نہیں دیں گی تو اس مال میں برکت نہیں ہو سکتی کہ دل میں تو آپ کے کھوٹ ہے اور آپ صرف دکھاوے کے لئے دے رہی ہیں۔ اس سے تو کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ ریا جو ہے وہ خدا کو پسند نہیں۔ ریا وغیرہ ظاہری، سطحی چیزیں ہیں۔ دیکھیں! عبادت انسان چھپ کے بھی کرتا ہے (بحکم الٰہی) اور ظاہر میں بھی کرتا ہے۔ چھپ کے بھی کرو عبادت۔ اب نماز پڑھتا ہے آدمی، جس وقت زیادہ رقت طاری ہوتی ہے، دعا کرتا ہے تو اس وقت گھر والوں سے بھی چھپتا ہے کہ میں تو اس وقت خدا کے حضور میں حاضر ہوں، میں نے اس وقت رونا بھی ہے، میں نے اس وقت مانگنا بھی ہے اپنے رب سے۔ تو اپنے گھر والوں سے چھپ کے بعض

آدمی بعض وقت نماز پڑھتا ہے، دعا کرتا ہے۔ اب کئی نمازیں ایسی ہیں، نوافل وغیرہ تو آدمی شرم کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ میں اس کو چھپ کر پڑھوں، دکھاوا نہ کروں۔ یہ جو دکھاوا ہوتا ہے یہ بھی عمل کو زنگ لگا دیتا ہے۔ یہ ایمان کو بھی زنگ لگاتا ہے۔

تو آپ لوگ

اپنی بچیوں کو عادت ڈالیں

میں نے دیکھا ہے بچیوں میں یہ چیز نہیں۔ کیونکہ وہ ذکر اور نصائح آپ سے نہیں سنتیں۔ آپ اِدھر اُدھر کی باتیں کرتی ہیں۔ جب آپ لوگ بیٹھتے ہیں تو دین کی باتیں کیا کریں۔

مجھے یاد ہے

ایک دفعہ ہماری والدہ امی جان حضرت نواب مبارکہ بیگم (نور اللہ مرقدہا) ہم میں بیٹھی تھیں۔ ہم لڑکیاں باتیں کر رہی تھیں۔ وہی یہ کہ نمازیں آجکل کتنی سستی ہو رہی ہے۔ یہ ہو رہا ہے۔ تم نے اتنی نمازیں پڑھیں۔ ہم نے یوں کیا۔ یعنی ہمارا موضوع ہی یہی تھا۔ اس کے بعد پھر سب لوگ اٹھ کر چلے گئے۔ امی جان نے کہا کہ مجھے یہ خوشی ہوئی ہے کہ بجائے ادھر اُدھر کی باتیں کرنے کے تم لوگوں نے یہ باتیں کی ہیں۔ مجھے اس سے بڑی خوشی پہنچی ہے۔ اب یہ نہیں تھا کہ ہم گپ شپ کر رہی تھیں۔ یہ تھا کہ ہمیں رشک ہوتا ہے کہ فلاں نے لمبا سجدہ دیا ہے، اس نے بڑے اہتمام سے نماز پڑھی ہے۔ ہم بھی اسطرح نماز پڑھیں

حالانکہ ہم خود بھی نماز پڑھتے تھے، تہجد بھی پڑھتے تھے، لیکن دکھاوا نہیں تھا، ایک شوق تھا۔ اگر
بچوں کے بھی آپ دلوں میں ڈالیں
کہ دل سے نماز پڑھیں اور باتوں باتوں میں ان کو نیکی کی باتیں بتائیں۔ نوجوان لڑکیاں
جن کا خیال نہ رکھا جائے تو غلط راستوں پر چل پڑتی ہیں۔ یعنی کوئی پرواہ نہیں کرتیں احکامِ اسلامی کی۔ گو میں سمجھتی ہوں اب نوجوانوں میں یہ چیز زیادہ پیدا ہو رہی ہے کہ جہاں ان میں آزادی بھی آرہی ہے ان میں یہ شوق اور ولولہ خدمت کا پیدا ہو رہا ہے اور آپ کو تیار بھی کرنا چاہئیے انہیں۔
اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو آپ جبھی سمیٹ
سکتی ہیں جب اس کو ہر وقت آپ یاد رکھیں، دعائیں کریں اور

دعاؤں کے ساتھ عمل کریں

ہر قدم اٹھاتے ہوئے آپ دعا کریں۔ چھوٹا سا ہوتا ہے یہ عمل آدمی سفر پہ جا رہا ہوتا ہے، کوئی چیز لے رہا ہوتا ہے، دوائی کھا رہا ہوتا ہے، کچھ کر رہا ہوتا ہے تو کہتا ہے اللہ تعالیٰ اس میں برکت ڈال۔ ہر چھوٹی چھوٹی چیز کے اوپر اگر ہم ہر وقت خدا کو یاد کریں تو کوئی لمحہ بھی نہیں گزرتا ذکر و دعا کے بغیر۔ اٹھتے بیٹھتے دعا۔ اتنی دعائیں سکھا دی ہیں اسلام نے۔ اٹھنے کی، بیٹھنے کی، آنے کی، جانے کی، سفر کی، بیمار پرسی کی، مسجد میں جانے کی، نکلنے کی، یعنی حسب ضرورت ہر دعا ہماری زندگی میں کوئی لمحہ ایسا نہیں کہ جس میں کی جانے والی دعا رہ گئی ہو جو ہم نے کرنی ہو۔ غور کرو تو خیال آتا ہے کہ جو بھی ہمیں ضرورت ہے وہ دعا ہمیں خدا تعالیٰ نے سکھا دی۔ تو میں آپ سے یہی کہوں گی کہ آپ دعائیں کریں اور دعاؤں کے ساتھ عمل کریں اور ذکرِ الٰہی اتنی کثرت سے کریں کہ دلوں میں آپ کے کوئی کجی، کوئی وہم، کوئی وسوسہ داخل ۔
اور پھر یہ کہ

اطاعت بنیادی چیز ہے

جس غرض کے لئے بلایا جاتا ہے اس پر کامل مخلصانہ عمل

۔ اگر آپ نے ان میں
سے چھوٹی موٹی اختیار کر لی دنیا کے لئے تو آپنے تو ان کو چھوڑ دیا پھر۔ پھر آپ کے لئے کوئی سوال نہیں خدا کے پیار کے حصول کا۔ آپ مانیں تو پھر کامل ایمان سے مانیں اور کامل اطاعت کریں اور ....(امام) کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے آپ ہر خدمت کو کریں اور باقی خدا سے دعائیں کریں کہ ہمیں حسنِ عمل کی توفیق دے اور ہماری جو کمزوری ہے، ہمارے اندر جو کجی ہے اُس کو دُور کر دے۔ اور میں تو سمجھتی ہوں اگر آپ خدا کو یاد رکھیں خدا خود آپکے دلوں میں ایک نور اور ایک جلا پیدا کرے گا اور فراست پیدا کرے گا آپ کے دماغوں میں

اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو

اور آپ کو ہر حسنِ عمل کی اور دعاؤں کی اور کثرت سے ذکرِ الٰہی کی توفیق دے اور آپ اچھی تربیت کر سکیں اپنی اولادوں کی اور اپنے نفسوں کی بھی۔ زبان آپ اچھی ستھری رکھیں۔ کسی کو کوئی ایسی بات کڑوی نہ کہیں۔ آپس میں چھوٹے بڑے کا، آپس کا بھی احترام رکھیں اور پھر یہ کہ سلسلے کا احترام آپ کے دلوں میں ہو۔ آپ کے دلوں میں غیرت ہو۔ جب آپ کے دلوں میں غیرت نہیں ہوگی، آپ دنیا کے پیچھے بھاگیں گی تو آپ کو تو پھر کچھ بھی نہیں ملا۔ آپ نے دین بھی کھو دیا اور دنیا بھی کھو دی۔ اور خدا تو کسی کا قرض نہیں رکھتا۔ جو آپ خدا کے رستہ میں دیتی ہیں آپ کو اس سے دگنا دے دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توفیق دے، آپ کو بھی توفیق دے اور آپ اچھے عمل کریں اور کثرت سے خدا کو یاد کریں کہ خدا کا عشق آپ کے دلوں میں اور

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت

اور کامل اطاعت آپ کے دلوں میں پیدا ہو اور حضرت ...... (اقدس) سے آپ کی صحیح وابستگی ہو اور اس چیز کو سوچیں کہ ہم کیا ہیں؟ ہم کونسی جماعت ہیں؟ ہم کس نام سے منسوب ہیں؟ جب آپ یہی نہیں سوچیں گی اور دنیا کے وسوسوں میں پڑ جائیں گی تو پھر آپ کے لئے کوئی خیر و برکت نہیں ہے۔ پھر خدا بھی آپ کو چھوڑ دے گا۔ تو پھر کہیں کے بھی دنیا میں نہیں رہتے

ع نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

اللہ تعالیٰ ہم سب پہ فضل کرے۔ ہماری کمزوریوں کو معاف فرمائے اور ہمیں ہر اچھے عمل کی توفیق دے۔ آمین

اور یہ جو وسوسے ہیں آپ کے اندر وغیرہ کے یہ تو شرک ہے، میں سمجھتی ہوں۔ مجھے تو پتہ نہیں تھا۔ ہمارے گھروں میں رسوم نہیں ہوتی تھیں۔ ہمیں پتہ ہی نہیں تھا رسمیں ہوتی کیا ہیں؟ یہ تو یہاں ہجرت کے بعد آ کے کچھ معلوم ہوا

ہمارے والد صاحب

تو اتنے سخت خلاف تھے۔ کل کسی نے کوئی سوال کیا تھا (بزرگوں کے نام پر کھانا دینے کے متعلق) اس پہ کھانے وغیرہ بنتے ہیں۔ ہمارے والد صاحب کی ایک بھتیجی تھیں جو آپ کی ہم عمر ہی تھیں، ہمارے بڑے تایا کی بیٹی۔ اور سب کو مالیر کوٹلہ میں پتہ تھا کہ والد صاحب نہ رسوم کریں، نہ اس قسم کی چیزیں۔ اور بڑے سخت تھے۔ کیونکہ وہ خاندان کے بزرگ تھے تو سارے اس چیز کو اس وجہ سے بھی مانتے تھے۔ اور پھر یہ کہ بڑا رعب تھا آپ کا۔ تو بھتیجی نے ایک دفعہ

کا ارادہ کیا تو آپ دو والد صاحب، سخت ناراض ہوئے
اور اس طرح صداقت اور عظمتِ اسلام اُن کے دلوں
میں پیدا ہو گئی۔
اللہ تعالیٰ فضل کرے اور آپ کو صحیح راستہ
دکھائے اور آئندہ آپ کبھی یہ وسوسے ڈالیں
ہی نہ دلوں میں۔ اور ہر وقت استغفار پڑھیں
یہ جو وسوسے ہیں یہ شیطان پیدا کرتا ہے
یہ دنیا کے زنگ آپ اپنے پہ جب چڑھالیں
گی تو پھر آپ کو کیا حاصل؟
اللہ تعالیٰ آپ پر فضل کرے اور ہم پر
بھی اور ساری ہی آپ کی کمزوریاں، ہماری کمزوریاں

(جو بھی ہیں) دور فرمائے اور اللہ تعالیٰ صحیح رہبری
کرے اور

میری آپ سے یہی التجا ہے

کہ کثرت سے آجکل دعائیں کریں اور اپنے ہر عمل میں
خدا کو یاد کرتے ہوئے اور ہر عمل آپ یہ سوچ
کے کریں کہ اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم
ہمارا فرض ہے، دلوں میں غیرت اور حمیت
پیدا کریں　　　احمدیت کے لئے۔
اللہ تعالیٰ آپ سب کا حافظ و ناصر
ہو۔ آمین۔
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

خاندانِ حضرتِ اقدس میں پُر مسرت ولادتِ باسعادت

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے سب سے چھوٹے فرزند محترم صاحبزادہ مرزا لقمان احمد صاحب کو اللہ تعالیٰ نے مورخہ یکم فروری ۱۹۸۲ء بروز دو شنبہ رات دس بجے بیٹا عطا کیا ہے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے نام "مرزا عثمان احمد آدم" تجویز فرمایا ہے۔ نومولود حضور ایدہ اللہ تعالیٰ اور حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ نور اللہ مرقدہا کا پوتا اور محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کا نواسہ ہے۔

ادارہ مصباح اس مبارک موقعہ پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ، صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب اور خاندان حضرت اقدس کے جملہ اصحاب کو مبارکباد عرض کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ نومولود کو اس بابرکت خاندان کے لئے کی گئی حضرت اقدس کی دعاؤں کا وارث اور دینی و دنیوی نعمتوں اور حسنات کا مورد بنائے۔ آمین ثم آمین

(از محترمہ)
صاحبزادی امۃ الشکور صاحبہ
بنت
حضور
ایدہ اللہ تعالیٰ

یکایک یہ کیا سانحہ ہو گیا
زمیں کھو گئی آسماں کھو گیا

میرے زخم پھر سے ہیں رسنے لگے
میرا غم بڑھا لا دوا ہو گیا

زباں بند ہے پوچھ سکتی نہیں
یہ کیوں ہو گیا اور کیا ہو گیا؟

نہ پیدا ہوا جس کا نعم البدل
وہ انمول ہیرا کہاں کھو گیا

ہے حکمِ الٰہی کہ اُف تک نہ ہو
تو اس حکم پر سر نگوں ہو گیا

نظر ڈھونڈتی ہے وہ ملتا نہیں
میری ماں کا پیکر کہاں کھو گیا

نہیں ایک تُو ہی مگر جانِ جاں
میرا گھر بھی خالی مکاں ہو گیا

مَیں سجدے میں گر کے بھی تڑپی مگر
خدا نے جو چاہا وہی ہو گیا

مشیّت یہی ہے ملینگے کبھی
یہاں گر نہیں اُس جہاں میں سہی

(محترمہ صاحبزادی امتہ القدوس بیگم صاحبہ بیگم محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب ایم ۔ اے

رابطہ درمیاں سے ٹوٹ گیا
اتنے برسوں کا ساتھ چھوٹ گیا
سانس کی اک ذراسی لغزش سے
آبلہ زندگی کا پھوٹ گیا

عورتوں کی وہ رازدار گئی
اور بعد فخر و افتخار گئی
میرے آقا کو دے کے گہرا غم
میرے آقا کی غمگسار گئی

وہ کہ خوددار بھی تھی اور وضعدار بھی تھی
اہلِ بینش بھی تھی وہ صاحبِ کردار بھی تھی
عمر بھر سایہ بنی جن کا انہیں چھوڑ گئی
حکمِ حاکم تھا یہی وہ تو وفادار بھی تھی

آتشِ ربط و تعلق تو ہوئی ہے خاموش
اب تو بس ذہنوں میں یادوں کا دھواں باقی ہے
گھر کی عورت سے جو نسبت ہے وہی ختم ہوئی
گھر کہاں اب تو فقط ایک مکاں باقی ہے

کس کا حال پوچھے گا، کس کو کچھ بتائے گا
مضطرب سا بیٹھا ہے اس کا ہمسفر کیسے
ایک وہ نہیں ہے تو اس کے گھر میں سناٹا
سُونا سُونا لگتا ہے آج اس کا گھر کیسے

زخم محرومی کے بھر جائیں یہ ممکن تو نہیں
پر خدا ان کو بصد رحمت و برکت رکھے
اب تو ہونٹوں پہ دعا رہتی ہے یہ شام و سحر
میرا مولا میرے آقا کو سلامت رکھے

"ہماری بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے۔ اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔"

(کشتی نوح)

بجھ گیا کس کی جدائی سے ہر اک دل بہنو!

(محترم چوہدری شبیر احمد صاحب)

آج تاریک سی کیوں اپنی ہے محفل بہنو
بجھ گیا کس کی جدائی سے ہر اک دِل بہنو

دُختر حجة اللہ
ہم خواتین میں تھیں زینتِ محفل بہنو

کر گئیں آج ہمیں درد جدائی سے نڈھال
اور فردوس میں وہ ہو گئیں داخل بہنو

جن مقامات پہ اک بار پڑے ان کے قدم
مستقل نقش انہیں ہو گئے حاصل بہنو

صاحبِ ، کی وہ رفیق وہمدم
پا گئیں اپنی مرادوں کا وہ ساحل بہنو

جذبۂ خدمتِ دیں صدق و وفا کا شیوہ
ان کے پاکیزہ نمونہ میں تھا شامل بہنو

زیرِ احسان ہے ساری ہی جماعت ان کے
اس لئے غرقِ الم آج ہے ہر دل بہنو

دردمندانہ دعا ہے کہ انہیں جنّت میں
قربِ مولائے حقیقی رہے حاصل بہنو

دیں کے نمونہ سے ملا دل کو قرار
صبر کرنا تھا وگرنہ بڑا مشکل بہنو

فیض جاری رہے اس "دوسری قدرت" کا سدا
رونما دین کا ہو غلبۂ کامل بہنو

وہ پیار کی وہ ناز کی سب محفلیں کہاں

گر دل ہیں سوگوار تو آنکھیں ہیں اشکبار
ہنستا ہوا وہ چہرہ دکھا جائیں ایک بار

دل آپ کا خدا کی محبت میں چور تھا
مہر و وفا کا آپ کے سینہ میں نور تھا

وہ زندگی وہ شفقتیں وہ صحبتیں کہاں
وہ پیار کی وہ ناز کی سب محفلیں کہاں

شکری فرید حلمی انس اور میاں لقی
غم سے نڈھال درد سے بیکل سوئے سبھی

صبر و رضا کا کیا ہی سبق ہم کو دے دیا
آقا نے غم میں معجزہ یہ بھی دکھا دیا

اُٹھ درد جا کے در پہ وہیں اب تو بیٹھ جا
کر مغفرت کی ان کیلئے روز و شب دعا

(رضیہ درد صاحبہ ایم اے ربوہ)

سیدہ منصورہ بیگم نور اللہ مرقدھا

شاندار زندگی ۔ شاندار موت

(رقم فرمودہ :۔ حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ مدظلہا العالی)

اللہ تعالیٰ کی بشارات

اللہ تعالیٰ نے حضرت (بانی سلسلہ احمدیہ) کو جب دوسری شادی کی بشارت دی تو بتایا کہ آپ کے ذریعہ ایک نئے خاندان کی بنیاد ڈالی جائے گی اس پیشگوئی میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو بشارت دیتے ہوئے فرمایا۔

"تیرا گھر برکت سے بھرے گا اور میں اپنی
نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا اور خواتین
مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس
کے بعد پائے گا تیری نسل بہت ہو گی
اور میں تیری ذریّت کو بہت بڑھاؤں
گا اور برکت دوں گا" (اشتہار ۲۰ فروری سنہ ۱۸۸۲ء)

انہیں خواتین مبارکہ میں سے ایک سیدہ منصورہ بیگم بھی تھیں جو ۲۷ ستمبر ۱۹۱۱ء کو پیدا ہوئیں۔ اور اس فانی دنیا میں اپنے فرائض احسن طور پر ادا کر کے ۳-۴ دسمبر ۸۱ء کی درمیانی شب ساڑھے آٹھ بجے اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہو گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون

آپ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اور حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم نور اللہ مرقدہا کی پہلی نواسی اور حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ اور حضرت نواب محمد علی خان صاحب کی پہلی دختر تھیں۔ آپ کا نام قدرت ثانیہ کے پہلے مظہر حضرت مولوی نور الدین صاحب نے رکھا تھا۔ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ حضرت اقدس کی مبشر اولاد میں سے تھیں جنکے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا

"تنشّاءُ فی الحلیۃ" (حقیقۃ الوحی)

وہ زیورات میں نشوونما پائے گی

اسی طرح آپ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے الہاماً فرمایا

"نینوں کوئی نہیں کہہ سکدا کہ ایسی آئی اے
جنہیں مصیبت پائی" (الحکم جلد ۷ نمبر ۲۱)

حضرت نواب محمد علی خانصاحب نے شیعیت سے نکل کر احمدیت کو قبول کیا اور تمام رسوم چھوڑ کر ایک باوفا اور باصفا انسان کا نمونہ پیش کیا۔ ایمان اور عمل میں جلد جلد ترقی کرتے ہوئے جماعت میں بہت بڑا مقام حاصل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے الہام میں ان کو حجۃ اللہ قرار دیا۔ کشفی طور پر حضرت اقدس کو آپ کی گردن اونچی دکھائی گئی جو عزت اور اقبال مندی کی دلیل تھی

(مکتوب بنام حضرت نواب محمد علیخان صاحب ۱۸۹۱ء)

ظاہر ہے کہ ایسے نیک اور مقدس ماں باپ کی گود میں پروان چڑھنے والی بچی خود کتنی نیک اور سعادت مند ہوگی۔ ۲۳ سال اپنے میکے میں ناز و نعمت کی زندگی گذاری۔ ۶ راگست ۱۹۳۴ء کو حضرت مصلح موعود کی پہلی بہو کی حیثیت سے دارالمسیح میں قدم رکھا۔

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی ایک خواب

۱۹۷۳ء میں مَیں نے چاہا کہ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے حالات قلمبند کروں اس سلسلہ میں روزانہ ایک گھنٹہ کے لئے ان کے پاس جانا شروع کیا بعض ناگزیر مجبوریوں کی وجہ سے وہ کتاب جو مَیں تقریباً مرتب کر چکی ہوں شائع نہیں ہو سکی دعا کریں اس سال شائع کر سکوں۔ مَیں نے حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ سے سوال کیا کہ بہت سے اہم واقعات خواب کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر ظاہر کئے منصورہ بیگم کی شادی حضرت مرزا ناصر احمد صاحب سے ہوئی جنہوں نے اپنے وقت پر قدرت ثانیہ کے تیسرے مظہر بننا تھا کیا اس شادی کے سلسلہ میں بھی آپ نے کوئی خواب دیکھا تھا فرمایا کہ

"جب منصورہ حمل میں تھی خواب میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے فرمایا کہ تمہاری بیٹی ہوگی اس کی شادی محمود کے بیٹے سے کرنا"

خطبہ نکاح حضرت حافظ مرزا ناصر احمد ایدہ اللہ تعالیٰ کے نکاح کا اعلان ۲ رجولائی ۱۹۳۴ء بروز دوشنبہ سیدہ منصورہ بیگم سے حضرت مصلح موعود نے کیا

آپ کے ساتھ ہی صاحبزادی ناصرہ بیگم کا نکاح بھی صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کے ساتھ ہوا تھا۔ اس مبارک تقریب میں آپ نے ایک نہایت عارفانہ لطیف خطبہ دیا۔ جس میں حضرت اقدس کی اولاد کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے ارشاد فرمایا

"مَیں آج اس امانت اور ذمہ داری کو ادا کرتا ہوں اور آج ان تمام افراد کو جو رجل فارس کی اولاد میں سے ہیں

اس

فارسی النسل موعود کی اولاد دنیا کے لالچوں حرصوں اور ترقیات کو چھوڑ کر صرف ایک کام کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دے گی اور وہ کام یہ ہے کہ دنیا میں دین کا جھنڈا بلند کیا جائے ایمان کو ثریا سے واپس لایا جائے اور مخلوق کو آستانۂ خدا پر گرایا جائے یہ امید ہے ... اب

میں ان پر چھوڑتا ہوں کہ وہ اس کا کیا جواب دیتے ہیں۔ خواہ میری اولاد ہو یا میرے بھائیوں کی وہ اپنے دلوں میں

غور کر کے اپنی فطرتوں سے دریافت
کریں کہ اس آواز کے بعد ان پر کیا
ذمہ داری عائد ہوتی ہے " (الفضل ۲۷ اگست ۱۹۳۴ء)

حضرت مصلح موعود نے اس موقعہ پر مغربی تقلید سے منع کرتے ہوئے فرمایا۔

" ہم اور مغربیت ایک جگہ نہیں جمع
ہو سکتے یا ہم زندہ رہیں گے یا مغربیت
زندہ رہے گی "

حضور نے فرمایا :-

" حضرت ..... کی اولاد میں سے اگر
کوئی شخص مغربیت کی نقل کا ذرا بھی
مادہ اپنے اندر رکھتا ہے تو وہ ....
کا حقیقی بیٹا نہیں کہلا سکتا کیونکہ اس
نے اس آواز کو نہیں سنا جسے پھیلانے
کے لئے ..... مبعوث ہوئے .....
پس یہی نہیں کہ تم سے امید کی جاتی
ہے کہ تم مغربیت سے علیحدہ رہو گے
تم سے امید کی جاتی ہے کہ تم دین
کا جھنڈا ہمیشہ بلند رکھو گے تم سے امید
کی جاتی ہے کہ تم نوع انسان کے خیر خواہ
رہو گے "

خدا تعالیٰ شاہد ہے اور منصورہ بیگم کی ساری زندگی بتاتی ہے کہ انہوں نے اپنی ساری زندگی ان ذمہ داریوں کی ادائیگی میں گذاری جن کی طرف ان کے نکاح کے موقعہ پر حضرت مصلح موعود نے توجہ دلائی تھی

تقریب شادی

آپ کی برات ۴ر اگست کو مالیر کوٹلہ گئی حضرت مصلح موعود ۵ر اگست کو بحیثیت ماموں شرکت کے لئے بذریعہ کار تشریف لے گئے ۶ر اگست بروز دوشنبہ برات مالیر کوٹلہ سے واپس قادیان پہنچی حضرت مصلح موعود پہلے ہی واپس پہنچ چکے تھے آپ نے سٹیشن پر استقبال کیا اور برات کے ساتھ احمدیہ چوک پہنچے جہاں مسجد مبارک میں تمام مجمع سمیت لمبی دعا فرمائی۔

۸ر اگست کو حضرت مصلح موعود نے حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کی دعوت ولیمہ نہایت وسیع پیمانہ پر دی۔ شادی کے تھوڑے عرصہ کے بعد ہی حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد تکمیل تعلیم کی غرض سے ۶ر ستمبر ۱۹۳۴ء کو عازم انگلستان ہوئے۔

حضرت اماں جان نے حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کو بیٹا بنایا ہوا تھا ان الہٰی بشارتوں کے مطابق کہ مبارک کا بدل دیا جائے گا حضرت اماں جان اس کا اظہار بھی فرمایا کرتی تھیں۔ آپ نے صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کی رہائش کے لئے محلہ دارالانوار قادیان میں ایک کوٹھی تعمیر کروائی تھی جو " النصرت " کے نام سے موسوم تھی شادی کے بعد آپ کی رہائش وہاں ہی رہی۔

شادی کے بعد کی زندگی

شادی کے جلد بعد ہی حضرت مرزا ناصر احمد صاحب انگلستان

روانہ ہوگئے ۔ یقیناً ایک نئی دلہن نے آپ کی جدائی بہت زیادہ محسوس کی ہوگی ۔ مگر کسی قسم کا اظہار نہ کیا ۔ اور ایک واقف زندگی کی بیوی ہونے کی حیثیت سے بہترین نمونہ دکھایا۔ ۱۹۳۶ء میں چند ماہ کے لئے حضرت مرزا ناصر احمد صاحب واپس قادیان تشریف لائے اور پھر تکمیل تعلیم کے لئے چلے گئے اور ۱۹۳۸ء میں واپسی ہوئی ۔ یہ سارا زمانہ آپ نے بڑے تحمل اور صبر کے ساتھ گذارا ۔ صحت پر اثر ضرور پڑا لیکن آپ کی طرف سے اظہار نہیں ہوا اور اپنے عظیم شوہر کے ساتھ قربانی میں شریک رہیں ۔

حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کی واپسی کے بعد آپ ان کی ہر ذمہ داری میں برابر کی شریک رہیں۔ گھر کی ذمہ داری ۔ خود ان کا خیال ۔ بچوں کی تربیت ۔ مہمان نوازی ۔ یہ سب ذمہ داریاں احسن طریق سے ادا کیں۔ اس کے ساتھ ساتھ لجنہ اماء اللہ کی طرف سے جلسہ سالانہ پر مقررشدہ ڈیوٹی باقاعدگی سے دیا کرتی تھیں۔

اپنے ماں باپ کی بہت پیاری بیٹی تھیں ۔ بہن بھائیوں کی بہت عزیز بہن تھیں ۔ حضرت اماں جان کی طرف سے تو دہری محبت ملی ۔ بحیثیت نواسی کے اور پھر حضرت مرزا ناصر احمد کی بیوی ہونے کی حیثیت سے ۔ حضرت مصلح موعود بہت محبت فرماتے تھے اور وہ بھی اپنے ماموں جان سے خاصی بے تکلف تھیں ۔ ان کا بہت خیال رکھتی تھیں۔ جب اپنی کوٹھی سے دارالمسیح آتیں اکثر ان کے لئے کچھ نہ کچھ پکا کر لایا کرتی تھیں یا حضرت اماں جان کے گھر آکر رہتیں تو کوئی نہ کوئی چیز ضرور تیار کر دیتیں جسے حضرت مصلح موعود بہت خوشی سے کھاتے ایک دو دفعہ اپنے ہاتھ سے سوئیٹر بھی بُن کر دیئے ۔ اغلباً ۱۹۴۴ء میں آپ بیمار ہوگئی تھیں امۃ الحلیم کی پیدائش کے بعد۔ حضرت مصلح موعود نے ان کو بغرض علاج دہلی بھیجا علاج لمبا چلا تو منصورہ بیگم کو بہت احساس تھا کہ ماموں جان پر بہت بوجھ میری وجہ سے پڑ رہا ہے ۔ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی روایت ہے کہ انہوں نے لکھا کہ آپ پر اتنا خرچ میری وجہ سے پڑ رہا ہے ۔ مجھے بہت شرم آتی ہے تو انہوں نے منصورہ بیگم کو لکھا کہ تمہاری جان سے زیادہ مجھے روپیہ عزیز نہیں ہے تم ہزاروں کا کہتی ہو اگر ایک لاکھ بھی علاج پر خرچ ہوجائے تمہاری صحت کی خاطر مجھے پرواہ نہیں ۔ بہت پیار کرنے والی بھاوج ثابت ہوئیں سب دیوروں نندوں سے بہن بھائیوں سے بڑھ کر سلوک کیا حضرت مصلح موعود کی سب بیویوں سے بہت عزت و محبت سے پیش آتی تھیں ۔ سب سے اچھا تعلق رکھا۔ میں تو اکثر ان سے کہتی تھی میرا اور آپ کا خالہ کا رشتہ ہے اور آپ کی امی جان سے مجھے بہت پیار ہے یہی قائم رہنے دیں ہنستی تھیں اور کہتی تھیں خالہ ہی سمجھتی ہوں تبھی تو بچوں سے آپ کو دادی خالہ کہلوایا ہے بڑی ہی محبّت کرنے والی ماں تھیں اپنے بچوں کو کبھی نوکر پر نہیں چھوڑا خود سارے کام کئے بہترین تربیت کی اور یہی خواہش تھی کہ سلسلہ کی خدمت کریں ۔ ان کے دل میں ہمیشہ احمدیت اور جماعت کی محبت کا جذبہ پیدا کیا

بچوں کی شادیاں ہوئیں تو ایک مثالی ساس ثابت ہوئیں۔ اپنی بہوؤں سے بیٹیوں سے زیادہ پیار کیا ان پر اعتماد کیا جس کے نتیجہ میں ان کو بھی اپنی ماؤں سے بڑھ کر ان سے پیار تھا اور ہے۔

قابلِ رشک زندگی

آپ نے قابلِ رشک زندگی گزاری اور ہر ذمہ داری کو سنوار کر ادا کیا۔ سنوار کر نماز پڑھنے والی کثرت سے ذکر الٰہی کرنے والی بہت دعائیں کرنے والی تھیں اور ان امور کی طرف اپنی تقاریر میں مستورات اور بچیوں کو توجہ بھی بہت دلایا کرتی تھیں آخری تقریر جو آپ نے لجنہ اماء اللہ کے سالانہ اجتماع ۱۹۸۱ء کے موقعہ پر کی اس میں خصوصیت سے نئی نسل کو ذکر الٰہی کثرت سے کرنے کی طرف توجہ دلائی۔

ہماری چچی جان مرحومہ (حضرت سیدہ امّ داؤد صاحبہ) فرمایا کرتی تھیں مجھے منصورہ کی یہ بات بہت پسند ہے کہ نہا دھو کر اچھے کپڑے پہن کر خوب عطر لگا کر صاف جانماز بچھا کر نماز کے لئے کھڑی ہو جاتی ہے صدقہ کثرت سے دیا کرتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا مقام عطا فرمایا عزت دی لیکن کسی قسم کا تکبر یا ریا نہیں پایا جاتا تھا۔ جب حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خلیفہ ہوئے تو آئندہ ذمہ داریوں کے خیال سے آپ تقریباً بیمار پڑ گئیں اٹھا ہی نہیں جاتا تھا بہت رو رو کر دعائیں کیں ان دنوں۔ اور پھر ساری جماعت نے مشاہدہ کیا کہ وہ یکسر بدل گئیں۔ اور انہوں نے اپنے آپ کو ان ذمہ داریوں کے اٹھانے کے لئے پوری طرح تیار کر لیا اور پوری طرح نبھایا۔

بہت بلند حوصلہ تھیں۔ کوہ وقار تھیں اور ایثار مجسم۔ حضرت مصلح موعود کے گھر کی سب سے بڑی بہو تھیں۔ آپ ان پر بہت اعتماد کرتے تھے ہجرت کے بعد جب لاہور میں سب اکٹھے رہتے تھے آپ باہر تشریف لے جاتے تو گھر کا انتظام منصورہ بیگم کے سپرد ہی کر جاتے۔ حضرت مصلح موعود جب ربوہ مستقل طور پر تشریف لے آئے ابھی حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کالج کی وجہ سے لاہور میں ہی قیام پذیر تھے آپ جب بھی لاہور جاتے تو ان کے پاس ہی قیام فرماتے۔ اور وہ دل کھول کر سب کی مہمان نوازی کرتیں اور ہر ممکن خیال رکھتیں۔

آپ کے اخلاق کا سب سے بڑا پہلو توکل علی اللہ اور صبر و رضا کا پہلو تھا۔ شادی ہوتے ہی ایک ماہ کے بعد حضرت مرزا ناصر احمد صاحب تعلیم کی خاطر انگلستان تشریف لے گئے۔ ایک نئی نویلی دلہن کے لئے یہ جدائی بہت تکلیف دہ تھی۔ لیکن آپ نے اس کا اظہار نہ ہونے دیا۔ انس احمد کی پیدائش بھی آپ کی عدم موجودگی میں ہوئی۔ عورت کے لئے یہ وقت بڑا کٹھن ہوتا ہے اور منصورہ بیگم کے بچے خاص طور پر انس احمد کی ولادت بہت مشکل سے ہوئی تھی۔ اس موقعہ پر بھی آپ نے کسی قسم کی بے صبری کا اظہار نہ کیا۔ سب سے زیادہ تسلی ان کو اپنے ماموں جان

(حضرت مصلح موعود) سے ہوتی تھی۔ بس یہ خواہش
کرتی تھیں کہ وہ قریب رہیں اور دعا کرتے رہیں۔
۱۹۵۳ء میں حضرت مرزا ناصر احمد صاحب نے جماعت
کی خاطر قید و بند کی تکلیف اٹھائی آپ اس وقت حاملہ
تھیں اور بیمار لیکن اللہ تعالیٰ کی خاطر آپ نے اس صدمہ
کو بھی دلیری اور وقار سے برداشت کیا۔

قادیان سے ہجرت

قادیان سے ہجرت کے وقت ان کی خواہش پر حضرت
مصلح موعود نے ان کو قادیان ٹھہرنے کی اجازت دے
دی۔ چونکہ میں ہر وقت حضور کے پاس ہوتی تھی
حضرت مصلح موعود نے سارے خاندان کے افراد جو
دارالمسیح میں مقیم تھے ان کے کھانے کا انتظام منصورہ
بیگم کے سپرد فرمایا بہت احتیاط سے حضرت مصلح موعود
کا اور میرا کھانا ناشتے کے وقت پر دفتر بھجوا دیا کرتی
تھیں۔ جب حضرت مصلح موعود کے پاکستان آنے کا
فیصلہ ہوا تو ۳۱ اگست ۱۹۴۷ء کو حضور قادیان
سے لاہور روانہ ہوئے اس
تاریخی سفر میں ایک طرف میں تھی اور ایک طرف منصورہ
بیگم درمیان میں حضرت مصلح موعود بیٹھے ہوئے تھے

- - - - - - - - - - - - - - - - - -
- - - - - - - - منصورہ بیگم نے سامنے
ایک ٹوکری میں کھانے کی چیزیں رکھی ہوئی تھیں جو تھوڑی
تھوڑی دیر بعد نکال کر اپنے ماموں جان کو پیش کردیتی
تھیں۔ قادیان میں حضرت اماں جان کے پاس آپ آتی
ہی رہتی تھیں۔ بہت قریب سے اس زمانہ میں آپ کی
عادات و اخلاق کو دیکھنے کا موقع ملا اور ہر بات نے بہت
متاثر کیا۔ اور مجھے یہ کہنے میں ذرا بھی جھجک نہیں کہ واقعی
وہ اس مقام کی اہل تھیں جو ان کو حاصل ہوا اور انہوں
نے اپنے فرائض کی بجاآوری سے اپنے آپ کو اس کا اہل
ثابت کر دیا۔

سب سے زیادہ کام آپ کو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ
کے بیرون پاکستان دوروں کے دنوں میں کرنا پڑا۔ جہاں
جہاں آپ تشریف لے گئے وہاں کی خواتین سے ملنا ان
کے مسائل کو سلجھانا۔ ان کے بچوں سے پیار کرنا زیادہ
سے زیادہ وقت ان کو دینا۔ یہ ان سے محبت کا سلوک
ہی تھا جس کے نقوش آج ان قراردادوں اور تعزیت
کے خطوط میں نظر آرہے ہیں جو بیرون پاکستان کی لجنات طرف سے موصول ہو رہے ہیں
ایک عالم خاتون تھیں دینی لحاظ سے بھی اور دنیوی لحاظ سے بھی۔ ادبی ذوق
پایا جاتا تھا شاعرہ تھیں۔ تحریر صاف ستھری اور دلنشیں
تھی۔ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی تحریر کا عکس ان
کی تحریر میں نظر آتا تھا۔

عام عورتوں کا طریق ہے کہ جہاں چار عورتیں
اکٹھی ہوئیں کپڑے زیور وغیرہ کی باتیں شروع ہوگئیں
وہ اس سے بری تھیں بہترین لباس پہنا بطور تحدیث
نعمت کے مگر کبھی ان چیزوں کے لئے کسی قسم کی حرص
وغیرہ ان میں نظر نہ آئی۔

طبیعت میں صفائی کا جذبہ انتہا پسندی تک تھا
مگر سادگی کا پہلو لئے ہوئے خوشبوؤں سے بہت پیار تھا

کبھی یاد نہیں کہ آپ کے کپڑوں اور جسم میں سے خوشبو نہ آرہی ہو۔ گھر اور ماحول کو صاف رکھتی تھیں۔

لجنہ اماء اللہ کی خدمات

۱۹۴۵ء میں حضرت مصلح موعود نے پہلی مرتبہ لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی تشکیل کرنے کا ارشاد فرمایا۔ اس سے قبل قادیان کی لجنہ کو ہی لجنہ مرکزیہ سمجھا جاتا تھا۔ حضور کے ارشاد کے مطابق جو پہلی عاملہ تشکیل کی گئی اس میں سیدہ منصورہ بیگم کو سیکرٹری تربیت واصلاح کا عہدہ دیا گیا جو انہوں نے بہت ذمہ داری سے نبھایا اور ہجرت تک آپ اسی عہدہ پر فائز رہیں۔

۱۹۴۶ء میں قادیان میں الیکشن کے دنوں میں بھی آپ نے بہت کام کیا عورتوں کے ووٹ ڈلوانے کے کام کی نگرانی کرنے کیلئے ایک کمیٹی بنائی گئی تھی سیدہ منصورہ بیگم بھی اس کمیٹی کی ممبر تھیں۔ ۱۹۴۸ء میں آپ کے سپرد شعبہ خدمت خلق کیا گیا اور عارضی طور کچھ عرصہ آپ نے جنرل سیکرٹری کے فرائض بھی سرانجام دیئے۔

۱۹۵۲ء میں آپ لجنہ اماء اللہ لاہور کی صدر منتخب ہوئیں اور چار سال وہاں کی لجنہ اماء اللہ کی صدارت کے عہدہ پر فائز رہیں اور لجنہ اماء اللہ لاہور کے کام کو ترقی دی۔ وہاں کی تنظیم فرمائی۔

اہم ترین خدمات

ان کی اہم ترین خدمات کا سلسلہ حقیقت میں ۱۹۶۵ء سے شروع ہوتا ہے جب حضرت مرزا ناصر احمد صاحب مسند امامت پر متمکن ہوئے اور آپ کی ذمہ داریوں میں کئی سوگنا اضافہ ہوگیا۔ پاکستان کے مختلف شہروں کے علاوہ سات بیرونی ممالک کے دوروں میں آپ حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی ہمسفر رہیں۔ آپ کی خدمت کے علاوہ وہاں کی مستورات سے ملنا ان کے جلسوں میں خطاب کرنا ان سے مصافحے کرنا ان کے بچوں سے پیار کرنا۔ ان کے مسائل کو سننا مفید مشورے دینا ان سات طول طویل سفروں کی داستان ایک الگ مضمون چاہتی ہے۔ اس لئے فی الحال ان کی تفصیل اس مختصر مضمون میں چھوڑ رہی ہوں۔ لیکن جہاں جہاں گئیں وہاں کی مستورات کے دلوں پر وہ نقش ثبت کئے کہ وہ کبھی ان کو بھول نہ سکیں گی اور جو تربیت ان کی سیدہ منصورہ بیگم کے جانے اور ان کا نمونہ دیکھ کر ہوئی ہے وہ سینکڑوں تقریروں سے بھی نہیں ہو سکتی تھی۔ مثلاً پردہ ہے جو پردہ کے خلاف ہیں وہ سب سے بڑی دلیل یہ دیتے ہیں کہ پردہ میں باہر کے ملکوں میں رہنا مشکل، سفر مشکل اور پردہ ترقی میں روک ہے وغیرہ۔ مگر انہوں نے اپنے نمونہ سے ثابت کر دیا کہ پردہ کسی کام میں روک نہیں ہے

تقاریر

آپ پہلے تقریر نہیں کرتی تھیں مگر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہونے کے بعد ۱۹۶۷ء کے جلسہ پر آپ نے پہلی دفعہ تقریر کی اور اس کے بعد سے اجتماع ۱۹۸۱ء تک قریباً ہر اجتماع اور ہر جلسہ پر تقریر کی سالانہ اجتماع ۱۹۸۱ء کے موقعہ پر بھی آپ نے تقریر کی اور اس سال لجنہ کی مجلس شوریٰ میں بھی پورے وقت شریک رہیں اور ہر

(باقی صفحہ ۴۲ پر)

بیتے دنوں کی کچھ یادیں

رقم فرمودہ: حضرت سیّدہ مہر آپا مدّظلہا العالی

ابتدائی ملاقات

مجھے عزیزہ محترمہ سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ نوراللہ مرقدہا کو دیکھنے کا اتفاق ۴۴ء کے دوران ہوا۔ ہم لوگ اکثر حضرت اباجان مرحوم کے ساتھ قادیان سے باہر ہی رہا کرتے تھے۔ سال میں ایک دفعہ جلسہ سالانہ پر دو چار دن کے لئے آتے اور پھر انہی کے ساتھ واپس (اباجان کی سروس کے سلسلہ میں) چلے جاتے۔ قادیان میں میری جان پہچان اور بے تکلفی صرف چند اعزاء تک ہی محدود تھی۔

میری شادی کے بعد (۴۴ء کے دوران) جب ہم ڈلہوزی سے واپس آئے تو محترمہ منصورہ بیگم صاحبہ مرحومہ مجھے ملیں۔ اور کہنے لگیں یوں تو میں نے آپکو دیکھا ہوا تھا۔ لیکن شادی کے بعد آپ سے ملنے اور دیکھنے کا شوق تھا۔ مجھے مل کر خوشی ہوئی ہے اور اس خوشی نے مجھے ممانی مریم (حضرت سیّدہ امّ طاہر مرحومہ) کی یاد کو بھی تازہ کر دیا ہے۔

ان ایّام میں محترمہ منصورہ بیگم صاحبہ خاصی کمزور سی لگ رہی تھیں۔ غالباً بیمار تھیں اور زیر علاج تھیں (جیساکہ بعد میں مجھے بتایا گیا۔)

قریب سے دیکھنے کا موقع

مجھے انہیں قریب سے دیکھنے کا موقع غالباً ۴۸-۴۹ء میں ملا۔ کیونکہ دونوں طرف کی اپنی اپنی نوعیت کی مصروفیت چند لمحوں کی ملاقات کے سوا زیادہ وقت کی اجازت نہ دیتی ان کا آنا اور ملنا جلنا بھی کبھی کبھی ہوتا۔ ادھر میرا حال بھی یہی تھا۔ مجھے بھی گھریلو فراغت کبھی میّسر آجاتی تو کبھی کبھار ان کے پاس کالج چلی جاتی۔ عزیزہ محترمہ ان دنوں میں بھی (کالج کے زمانہ میں) اتنی مصروف کار ہوتیں کہ میں اس غیر معمولی مصروفیت کو دیکھ کر حیران رہ جاتی۔ کیونکہ میں یہ چاہا کرتی کہ جب کبھی کبھار ہم ملتے ہیں تو یہ آرام سے بیٹھ کر کوئی بات کریں۔

غیر معمولی مصروفیّت

میں ان کی ہر وقت کی غیر معمولی مصروفیت کو دیکھ کر انہیں ازراہ مذاق Busy Bee کہا کرتی اور جب کبھی ان سے ملنا ہوتا تو میں انہیں پیار سے ہمیشہ یا تو "بہو رانی" کہتی یا "بڑی بی" کہہ کر پہلا سوال یہ کیا کرتی "میری بڑی بی اور بہو رانی کا کیا حال ہے؟" اور

یہ کہ آپ کے تمام دسحر کیسے گزرتے ہیں۔؟ کیا اسی طرح مصروف؟ اس پر وہ ہنس پڑتیں۔ حقیقت یہی ہوتی تھی کہ جب بھی مَیں نے انہیں دیکھا وہ کچھ نہ کچھ کر ہی رہی ہوتیں۔ چونکہ صفائی کا خیال غیر معمولی حد تک تھا اس لئے تقریباً ہر چھوٹا بڑا کام وہ خود اپنے ہی ہاتھ سے کیا کرتیں۔ سیدی ایدہ اللہ کا ذاتی کام تو ہمیشہ ہی سے وہ اپنے ہی ہاتھ سے کرنے کی عادی تھیں۔ شروع کالج کے زمانہ سے لے کر اب تک یہی حال تھا۔ سیدی ایدہ اللہ کے معاملہ میں اس قدر حساس تھیں کہ اگر آپ کو گھر واپس آنے میں ذرا دیر لگ جائے تو بے چین ہو جاتیں۔ ایک دفعہ رتن باغ لاہور میں سیدی غالباً شکار کو گئے یا کسی اور کام گئے اور جو وقت واپسی کا انہوں نے بتایا اس میں غالباً ایک آدھ گھنٹہ تاخیر ہو گئی۔ اس عرصہ میں مَیں نے محترمہ مرحومہ کو اسقدر بے چین اور پریشان پایا کہ آپ اندازہ نہیں کر سکتیں۔ مَیں نے دو چار دفعہ ان کی تسلی کیلئے کہا کہ جب باہر جاتے ہیں تو کچھ زائد وقت لگ ہی جایا کرتا ہے آپ اسقدر پریشان کیوں ہو رہی ہیں وغیرہ؟ مجھے کہنے لگیں حمانی بشریٰ! آپ کو نہیں پتہ نا یہ اس طرح دیر نہیں کیا کرتے وقت پر آجایا کرتے ہیں۔ اتنی دیر ہو گئی ہے۔ ابھی یہ بات ہو ہی رہی تھی کہ سیدی آگئے اور تاخیر کی وجہ معذرت کے ساتھ بتائی۔ تب ان کو سکون ملا

پریشانی اور ابتلاء میں آپ کا نمونہ

ایک دفعہ دوران قیام رتن باغ میں ایک پریشان کن واقعہ پیش آگیا۔ جس سے ہم لوگ جو وہاں مقیم تھے سخت پریشانی میں مبتلا ہو گئے میں پہروں یہ سوچا کرتی کہ اس غیر معمولی پریشانی سے منصورہ بیگم کا کیا حال ہو رہا ہوگا؟ اور قسم قسم کے وہم میں مبتلا رہتی مجھے لگتا تھا کہ ہم لوگ جو اسقدر پریشانی میں ہیں تو منصورہ بیگم اس پریشانی کو کیسے برداشت کر رہی ہوں گی وغیرہ۔

جب اللہ تعالیٰ نے فضل کر دیا اور اس نے اس پریشانی کو دُور کیا تو بوقت ملاقات منصورہ بیگم سے میرا پہلا سوال یہ تھا کہ آپ نے اس خبر کو سن کر کیا کیا؟ اور آپ کا کیا حال ہوا؟ مجھے پورے سکون سے جواب دیا کہ یہ سب تکالیف اللہ تعالیٰ کی راہ میں آئی تھیں مجھے خدا تعالیٰ پر پورا بھروسہ تھا کہ اس کا انجام بخیر ہوگا اس لئے اللہ تعالیٰ نے خود ہی تسلی دی اور مطمئن کیا ہوا تھا۔ اور اس کے علاوہ ماموں جان (سیدنا حضرت مصلح موعود) کا میرے نام پیغام میرے ہر طرح کے سکون کے لئے کافی تھا۔ مَیں نے دیکھا کہ یہ بات کہتے وقت ان کے چہرہ پر واقعی ایک غیر معمولی سکون اور خوشی و چمک تھی۔ یہ بات مَیں بغیر مبالغہ کے ایک ایک لفظ صحیح کہہ رہی ہوں۔ کیونکہ اُس وقت مَیں دونوں رنگ الگ الگ اپنی جگہ پر بیک وقت دیکھ رہی تھی۔ بیوی ہونے کی حیثیت سے محبت و فدائیت بھی اور پھر اس سے بڑھ کر خدا تعالیٰ

کا منشاء اور اس کا اپنے خاص بندوں سے وہ پیار و رحم کا سلوک اور اس کے وہ معجزے بھی جو اس نے اپنے خاص بندوں کی تائید و نصرت اور رحمت کے پنہاں رکھے ہوئے ہیں جن کے شیریں ثمر اس کے بندے صبر و آزمائش کے بعد جا کر دیکھتے ہیں اور وہ خدا تعالیٰ کی رحمتِ بے پایاں کو مخصوص طور پر جذب کر لیتے ہیں ۔ منصورہ بیگم کو اس طرح ہشاش بشاش دیکھنا میرے لئے حقیقت میں معجزہ اور ازدیادِ ایمان کا باعث تھا ۔ مَیں سوچتی تھی کہ وہ منصورہ بیگم جو ایک لمحہ کی دیر سویر کو برداشت نہ کر سکتی تھیں ۔ کئی دن سیدی سے الگ رہنا ان کے لئے کیونکر اور کس طرح ممکن ہو سکتا تھا ۔ لیکن اس کے پیچھے وہ جذبہ ایمان و یقین کار فرما تھا جس نے ان کو غیر معمولی تسلّی و تسکین دے رکھی تھی جو واقعی قابلِ رشک تھا ۔

غیر معمولی حساس طبیعت

ان کی طبیعت بڑی حساس تھی ۔ اگر ان کو ذاتی ور حتمی طور پر کوئی بات پتہ چل جاتی تو ان کے رویّے سے ضرور اس کا اظہار ہو جاتا ۔ سیدنا حضرت مصلح موعود کی علالت اور علاج کے پیش نظر ہم لوگوں کو اچانک بیرون پاکستان جانا پڑا اور اس سلسلہ میں کچھ دیر کراچی رکنا پڑا تاکہ باہر جانے کی تیاری کے متعلق کاغذات وغیرہ مکمل ہو جائیں ۔ بچوں کی اکثریت ہمارے ساتھ تھی عزیزہ منصورہ بیگم مرحومہ اور عزیزہ محترمہ محمودہ بیگم (بیگم ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب) بھی کراچی قیام کے دوران ہمارے ساتھ رہیں ایک دن مَیں نے سنا منصورہ بیگم اپنی بہن (بیگم میاں منور احمد صاحب) کو کہہ رہی تھیں کہ اس اچانک باہر جانے کی تیاری میں ممانی بشریٰ (خاکسار) کی تو کوئی بھی کسی قسم کی تیاری نہیں ہے ۔ ان کے ایک دو دوپٹے لے کر ہم چن کر ٹانک دیتے ہیں ۔ یہ کہہ کر دونوں نے مجھ سے دوپٹے لے کر ٹانکے ۔ اور یہ ایک خاص جذبۂ احساس ہی تھا جس کے تحت ان کو یہ خیال آیا کہ یہ اس طور پر مصروف رہی ہے کہ اپنے دو چار سفری کپڑے بھی تیار نہ کر سکی مجھے ان چیزوں کا خیال تک نہ تھا نہ کوئی دلچسپی تھی کیونکہ سیدنا مصلح موعود کی غیر معمولی علالت کی پریشانی اس قدر تھی کہ کوئی اس کا تصوّر بھی نہیں کر سکتا ! اس وقت کے ان کے اس احساس نے مجھے اس قدر متاثر کیا کہ آج تک میں وہ کیفیت بھول نہیں سکی ۔

چند اور یادیں

عزیز عمر (ہمارا پوتا ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب کا بچہ) کی بارات لاہور جا رہی تھی ۔ ہم لوگ سب تیار ہو کر اکٹھے ہوئے ۔ مجھے مخاطب ہو کر کہنے لگیں ۔ ممانی بشریٰ چوڑیاں پہنیں ۔ آپ دونوں بریں کرتی ہیں کہ تمام چوڑیاں بلکہ انگوٹھیاں بھی پہننی چھوڑ دیں ! آپ ابھی پہنیں ! (آپ دونوں سے ان کی مراد خاکسار اور آپا جان ام متین صاحبہ) چنانچہ ان کی پہنائی ہوئی چوڑیاں آج تک مَیں پہنے ہوئے ہوں ۔

کچھ عرصہ ہوا ایک دن اچانک میرے پاس آگئیں اور کہنے لگیں آپ کو مبارک ہو آپ کے ایک پوتے کی "ہاں" ہوئی ہے اور دوسرے کا پیغام دے کر آرہی ہوں آپ دونوں کے لئے دعا کریں۔ اور جب کبھی بھی میرا ان سے ملنا ہوتا آپ ہمیشہ یہ کہتیں ممانی بشریٰ! ضرور میرے لئے دعا کرتی رہیں اور بچوں کے لئے بھی۔ آپ تو آتی ہی نہیں اور میرا یہ حال ہے کہ میں بھی نکل نہیں سکتی۔ میرا یہ جواب ہوتا کہ منصورہ بیگم میرا وقت نکلنے کا صبح ۱۰-۱۱ بجے تک ہوتا ہے کیونکہ اس وقت طبیعت نسبتاً بہتر ہوتی ہے اس کے بعد طبیعت گر جاتی ہے۔ میں شام کو کہیں آ جا نہیں سکتی۔ شام کو آپ کے ہاں سب اکٹھے ہوتے ہیں۔ میں بیماری کی وجہ سے زیادہ بیٹھ نہیں سکتی اور نہ اُس وقت آ سکتی ہوں۔ اُدھر آپ مجبور کہ آپ کو صبح صبح اسقدر کام ہوتا ہے کہ آپ آرام سے بیٹھ کر دو چار باتیں بھی نہیں کر سکتیں۔ کیسی مجبوریاں ہیں جو اپنی اپنی جگہ دونوں کی درست ہیں وغیرہ۔ اور اس طرح یہ دن گذرتے چلے گئے

بڑے رشتوں کا احترام

عزیزہ محترمہ منصورہ بیگم اپنے بڑے رشتوں کے احترام کا بہت خیال رکھتیں۔ یہ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی اعلیٰ تربیت کا نتیجہ تھا بہر حال آپ نے ہمیشہ اس کی رعایت رکھی۔ ہم دونوں میں سے کسی کو آتے دیکھ کر کھڑی ہو جاتیں مصروفیت کے باوجود فوراً توجہ دیتیں اور اپنی جگہ پر بیٹھنے کی طرف راہنمائی کرتیں

جب میں نے نئے گھر میں منتقل ہونا تھا سیدی ایدہ اللہ کے ہمراہ آئیں اور سیدی ایدہ اللہ کی معیت میں دعاؤں کے ساتھ مجھے موجودہ گھر میں شفٹ کیا ان الفاظ سے کہ "مہر آپا! گھبرائیں نہیں ہم آتے رہیں گے خدا تعالیٰ آپ کا حافظ و ناصر ہو" اور میں نے دیکھا کہ میرے ساتھ ساتھ ان کی آنکھوں میں بھی آنسو بھرے ہوئے تھے۔ منصورہ بیگم کو جب کبھی نماز پڑھتے مجھے دیکھنے کا اتفاق ہوا آپ الگ تھلگ نماز پڑھ رہی ہوتیں اور بڑے انہماک سے رکوع و سجود ہوتے اہتمام اور سنوار کر نماز پڑھتیں۔

گذشتہ عید کی دعوت پر جب میں گئی تو میں نے منصورہ بیگم کو کہا کہ منصورہ بیگم مجھ میں آنے کی ہمت نہ تھی میری طبیعت غیر معمولی خراب ہی چلی آ رہی ہے۔ لیکن پھر خیال آیا تھوڑی دیر کے لئے چلی جاؤں اب یہاں آکر بڑی محظوظ ہوئی ہوں بڑا لطف آیا واپس جانے کو جی نہیں چاہ رہا مگر مجبوراً جلدی جا رہی ہوں کیونکہ زیادہ دیر بیٹھ نہیں سکتی۔ لیکن میں یہ ضرور کہوں گی یہ نیکی جاری و ساری رکھیں یعنی آپ ایسی دعوتیں ضرور کرتی رہیں رونق میں میرا دل بہل گیا۔ میری یہ بات سن کر ہنس پڑیں اور خوش ہو کر مجھے کہا کہ آپ دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے خوشیاں دکھاتا رہے اور میں اس طرح دعوتیں کرتی رہوں۔ میں نے تو آپ کی تکلیف کے خیال سے آپ کے لئے خاص طور پر چوکی اور گاؤ تکیہ

بھی لگوادیا تھا تاکہ آپ کو بیٹھنے میں دقت نہ ہو"
لیکن کون جانتا تھا کہ یہ منصورہ بیگم کے
ہاتھ کی آخری دعوت ہوگی۔

ان کی تقریر کا موضوع اکثر و بیشتر ..... سے
وابستگی۔ اولاد کی صحیح معنوں میں تربیت اور اسلامی
شعار کو اپنانا ہوتا تھا۔ آپ کی آخری تقریر بھی
انہی موضوعات کا محور تھی۔ اسلامی پردہ اور تربیت
اولاد ان کا خاص موضوع تھا۔

اے جانیوالی پیاری روح! تو ہمیشہ خدا کی
رحمت کی گود میں رہے۔ اور تجھ پر سلام و رحمت
کے دروازے ہمیشہ وا رہیں۔ آمین۔

درخواست دعا

بہنیں ان کے بچوں کے لئے دردِ دل سے دعائیں کرتی
رہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو صبر و سکون عطا کرے اور
منصورہ بیگم کی وہ تمام دعائیں جو وہ اپنے بچوں اور
جماعت کی فلاح و بہبود کے لئے کیا کرتی تھیں ان
کو خدا تعالیٰ شرفِ قبولیت بخشے۔ ان کے یہ بچے مثالی
بچے ہوں اور ان کا وجود نافع الناس ہو۔ سیدی ایدہ
اللہ تعالیٰ کی عمر و صحت اور آپ کے مشن میں خدا تعالیٰ
غیر معمولی برکت دے۔ اس وقت آپ کو بظاہر
محترمہ عزیزہ منصورہ بیگم مرحومہ کی رفاقت کی بہت
ضرورت تھی لیکن اللہ تعالیٰ کے کام اللہ تعالیٰ خود
ہی بہتر جاننے والا ہے۔ اس ذات سے بڑھ کر نہ
کوئی رفیق، نہ رحیم، نہ کوئی حقیقی مونس و غمخوار ہے

اللہ تعالیٰ ان سب کا حافظ و ناصر ہو اور اس
کا فضل اس کی رحمتیں ہمیشہ ان کے ساتھ رہیں۔ آمین

اظہارِ تعزیت کا شکریہ

آپ کی وفات پر تعزیتی سلسلہ میں مجھے بھی بہت سے
خطوط، تاریں اور تعزیتی قراردادیں اندرون اور بیرون
ملک سے آئی ہیں۔ میں ان سب کی بہت ہی ممنون
ہوں۔ بہنیں بکثرت خود گھر آکر بھی ہمارے اس
بھاری غم میں شریک ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو
بہترین جزا سے نوازے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل ہمیشہ ان
کے ساتھ رہیں۔ آمین۔

"یاد رکھو جب کوئی قوم تباہ ہونے
کو آتی ہے تو پہلے اس میں جہالت پیدا ہوتی
ہے اور وہ دین جو انہیں سکھایا گیا تھا
اسے بھول جاتے ہیں۔ جب جہالت پیدا
ہوتی ہے تو اس کے بعد یہ مصیبت اور
بلا آتی ہے کہ اس قوم میں تقویٰ
نہیں رہتا"

ملفوظات جلد ہشتم ص ۳۰۳، ۳۰۲

قطعۂ تاریخ وفات

محترم جناب یزدانی جالندھری
مدیر پندرہ روزہ "انقلاب نو"
ماڈل ٹاؤن - لاہور

حضرت سیّدہ منصورہ بیگم نوّر اللہ مرقدھا

چمن سے اک گلِ نکہت فشاں کی رخصت ہے
ہر ایک برگِ گلِ تر نشانِ رقّت ہے

پچاس سال رہی جو قرارِ قلبِ امام
تمام آج دل وجاں کی وہ رفاقت ہے

وہ نقشِ صدق وصفا، پیکرِ خلوص و وفا
مری نگاہ میں تابندہ اُن کی سیرت ہے

ہر ایک دل پہ ہیں ثبت ان کی شفقتوں کے نقوش
ہر ایک آنکھ میں تحریر اُن کی رافت ہے

ہیں بے حساب جماعت پہ ان کے احسانات
شمار کر سکے ان کو کسے یہ قدرت ہے

یہ ہر مقام رہیں نصرتیں رفیق اُن کی
کہ اُن کے نام میں شامل خدا کی نُصرت ہے

جو درسِ صبر و تحمّل وہ دے گئیں ہم کو
ہمارے پاس اب اُن کی یہ اک امانت ہے

نزولِ رحمتِ باری لحد پہ ہو اُن کی
دعا بدست، یہ صدق و صفا جماعت ہے

بصد خلوص تھیں شبنم فشاں میری آنکھیں
مَیں گم تھا سوچ میں کیا ان کا سالِ فرقت ہے

ندائے غیب فلک سے سنائی دی ناگاہ
کہ "جامِ رفعتِ درجات" سالِ رحلت ہے

۱۴۰۲ھ

باغِ عدن آباد کیا اور سُونا یہ گلزار کیا

سنہ اکیاسی (۸۱ء) جاتے جاتے تُو نے کیسا وار کیا
صبر کا دامن تھام کے ہم نے درد کا دریا پار کیا

آنکھیں برسیں جیسے برکھا دل دُکھیا رُڈوب گیا
غم کا جھونکا ایسا آیا سب کو زار نزار کیا

ہمدم اور دمساز رفیقہ میرے پیارے آقا کی
باغِ عدن آباد کیا اور سُونا یہ گلزار کیا

یاد رکھیں گی ساری بہنیں تجھکو مشرق مغرب کی
جن کی خاطر تُو نے سفر بھی سات سمندر پار کیا

مسجد میں اپنی تُو نے اینٹ لگا کر برکت لی
اور خدا کے فضل نے اسکا اونچا ہر مینار کیا

ناصرِ دیں کو عمر عطا ہو صحت والی بابرکت
جس نے نفرت کی محفل میں الفت کا پرچار کیا

شاد رہیں آباد رہیں سب پیارے رہتی دنیا تک
تیرے کرم نے مولیٰ یہ گُلشن بابرگ و بار کیا

(محترمہ شاکرہ صاحبہ اہلیہ شیخ لطیف الرحمان صاحب ربوہ)

تُو محترم تھی تیرا بڑا احترام تھا

تجھ پر خدائے پاک کا لطفِ تمام تھا
تُو محترم تھی تیرا بڑا احترام تھا

نصرت تھی ہمقدم تیرے منصورہ نام تھا
شیریں سُخن تھی تُو تیرا شیریں کلام تھا

مصروفِ کار حضرتِ ناصر کے ساتھ تھی
تیرے لبوں پہ جاری درُود و سلام تھا

دُشمن کو تُو نے بھانپ لیا اژدہام میں*
اک دُوربیں نگاہ کا یہ خاص کام تھا

ہر لب پہ مغفرت کی دعا ہے ترے لئے
تیرا کرم برائے ہر اِک خاص و عام تھا

راضی رضائے حق پہ ہیں تقدیر تھی یہی
اس وقت تک ہی تیرا جہاں میں قیام تھا

تُربت پہ اُس کی رحمتِ یزداں ہو صبح و شام
طاہر تحریکِ زندگی جس کا امام تھا

(میر مبشر احمد صاحب طاہر ربوہ)

*(نوٹ) ریاستہائے متحدہ امریکہ کے دورہ میں حضور ایدہ اللہ کو ایک شخص نے بعض دھمکی آمیز خطوط لکھے تھے ایک تقریب کے موقعہ پر اژدہام میں وہ شخص حضور کے قریب آنے کی کوشش میں تھا حضرت سیدہ بیگم صاحبہ نے اپنی فراست سے اسے پہچان لیا اس شعر میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے ۔

بُلانے والا ہے سب سے پیارا ۔ اِسی پہ اے دِل تو جاں فِدا کر

محترمہ اصغری خان بیگم ڈاکٹر نور الحق خان صاحب ۔ کراچی

میرے آقا، امامِ وقت، میرے رہنما ناصرؒ
لوائے دینِ احمد کے سہارے ناخدا ناصرؒ

میرے پیارو، عزیزو، میرے آقا کے حزیں بچو
رضائے ذاتِ باری پر ہو راضی قول کے سچّو

کہاں سے تعزیت کے واسطے الفاظ میں لاؤں
بیاں جن کے سہارے اپنے دل کا حال کر پاؤں

امامِ وقت ہے مغموم میرے دِل کو یہ غم ہے
پریشاں دِل ہے میرا اور میری چشم پُر نم ہے

میری بد قسمتی اس بار جب آئے کراچی میں
رہی محروم میں دیدار سے ہائے کراچی میں

دل و جاں سے بھی پیاری تھیں امامِ وقت کی زوجہ
بلاشک ماں ہماری تھیں امامِ وقت کی زوجہ

یہی دیدار کی حسرت لیے ربوہ چلی آئی
علالت کی وجہ سے اُن کو پھر بھی دیکھ نہ پائی

نہ جانے اس میں کیا تھی مصلحت میرا خدا جانے
جھلک اک دیکھنے کے واسطے دربان نہیں مانتے

محبت تھیں مجسم اور مبارک تھا وجود ان کا
بڑا جاں آفریں ہوتا تھا جلسے ہیں ورود ان کا

الٰہی ان کے بچوں پر رہے رحمت کا تیری سایہ
دعائیں ان کی ہوں مقبول بڑھتا ہی رہے پایہ

الٰہی صبر دے تسکین دے اور دِل کو طاقت دے
اِمامِ وقت کو یہ دُکھ اُٹھا لینے کی ہمّت دے

یہ جانِ ناتواں اتنا بڑا یہ غم خدا حافظ
شریکِ غم برابر آپ کے ہیں ہم خدا حافظ

حضرت سیّدہ منصورہ بیگم کے مزار ...

ہو سدا تیری لحد پر سایۂ ابرِ بہار
اور برسائے خدا بارانِ رحمت بار بار

از محترم ڈاکٹر عبدالرشید صاحب تبسّم ایم۔ اے پی۔ ایچ۔ ڈی

چند سانسوں کا تصادم ہے یہ بزمِ کائنات
کوئی ڈوبا قعر میں، ساحل سے ٹکرایا کوئی
دن کا ہے انجام رات اور رات کا انجام دن
ایسی ہستی بھی مگر ہوتی ہے پیدا گاہ گاہ
روک لیتی ہے وہ ہر طوفاں کو بن کر بادباں
سیّدہ! تو دورِ حاضر میں تھی اک کوہِ گراں
تیری سیرت، سیرتِ کبریٰؓ کی تھی آئینہ دار
تو سدا اُن کی سپر تھی وہ سفر ہو یا حضر
جیسے مٹ جاتا ہے آئینے میں فرقِ عکس و شخص
مادرِ مشفق تھی وہ ایمان والوں کے لئے
نطقِ قدوسی صفت تھا تیرا اندازِ کلام
جس سے مہکی ہیں فضائیں گلشنِ اسلام کی
تو مسیحا کے چمن سے باغِ جنّت میں گئی
سیّدہ! تو ہے بہشتی مقبرے میں محوِ خواب
ہو سدا تیری لحد پر سایۂ ابرِ بہار

صبح و شام اس میں بپا ہے محشرِ مرگ و حیات
ہر سفینے کا مقدر ہے فنا کی واردات
بے ثباتی عیش کو ہے اور غم ہے بے ثبات
بے نیازِ گردشِ شام و سحر ہو جس کی ذات
ناخدا کو فکرِ کشتی سے دلاتی ہے نجات
تھے چٹانوں سے بھی محکم تر، ترے عزم و ثبات
حدِّ امکانِ بیاں سے ماورا تیری صفات
وقف امامِ وقت کی خاطر رہی تیری حیات
اس طرح مدغم ہوئی ذاتِ امام اور تیری ذات
تو حقیقت میں تھی اک سایہ برائے مومنات
دل نواز و دل نشیں ہوتی تھی تیری بات بات
ایسی خوشبو دے گیا ہے دین کو تیرا التفات
کتنی دلکش ہے یہ خوشبو کے سفر کی واردات
اور اشک افشاں ہے تیری یاد میں سب کائنات
اور برسائے خدا بارانِ رحمت بار بار

سانحہ یہ اے تبسّم اک قیامت بن گیا
یوں تو روز و شب ہوا کرتے ہیں کتنے حادثات

میری نہایت ہی پیاری بھاوج

حضرت سیدہ ناصرہ بیگم صاحبہ ہمشیرہ حضور ایدہ اللہ بیگم محترم صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب

میری نہایت ہی پیاری بھاوج سیدہ منصورہ بیگم حرم حضور ایدہ اللہ ۳ اور ۴ دسمبر کی درمیانی شب ساڑھے آٹھ بجے ہم سب کو غمگین وحزیں بنا کر اپنے مولائے حقیقی سے جا ملیں ؎

بلانے والا ہے سب سے پیارا
اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

منصورہ بیگم اپنے عظیم شوہر کی بے حد چاہنے والی اور خدمت گزار رفیقۂ حیات تھیں اور یہ بھی خدا تعالیٰ کا ان پر خاص فضل تھا کہ ان کو شوہر بھی وہ ملا جو نہایت قدردان اور انتہائی محبت کرنے والا عظیم انسان ہے اور ایک وقت پر خدا تعالیٰ نے انہیں جماعت احمدیہ کا (امام) بنانا تھا۔ منصورہ بیگم اپنے بچوں سے شدید محبت کرنے والی ماں تھیں اور اپنی بہوؤں کے لئے بے حد چاہنے والی شفیق اور ہمدرد ساس تھیں۔ محبت کا جذبہ خدا تعالیٰ نے انہیں بہت دیا تھا محبت کی گہرائی سے جس میں خلوص بھی شامل تھا وافر حصہ ملا تھا۔ بچوں سے بھی پیار تھا، بڑوں سے بھی اور برابر والوں سے شکوہ شکایت اور پیچھے سے بات کرنے کی عادت نہیں تھی۔ ہمارا بچپن بھی ساتھ گذرا اور بڑی عمر بھی۔ آپسمیں ہم گھنٹوں رہے اور بعض وقتوں میں دنوں بھی مگر آپسمیں سوائے محبت کے کچھ نہیں تھا۔ ہنستے کھیلتے خوشگوار وقت گزارتے۔ حضرت سیدی ابا جان (حضرت مصلح موعودؓ) کا چونکہ حضرت پھوپھی جان (نواب مبارکہ بیگم صاحبہ) سے بہت پیار تھا اس لئے وہ اکثر دارالسلام چلے جاتے مجھے بھی ساتھ لے جاتے ادھر وہ دونوں بہن بھائی اپنی باتوں میں محو ہوتے ادھر ہم دونوں مزے مزے کی باتیں کر کے ہنسی مذاق میں وقت گذارتے۔ کبھی حضرت پھوپھی جان حضرت اماں جان کے ہاں آتیں تو ان کو ساتھ لے آتیں اس طرح ہم پھر اکٹھے ہو جاتے بڑے ہو کر بھی جب اکٹھے ہوتے شعر و شاعری، بیت بازی، پاکیزہ مزاح میں وقت گزرا کبھی کوئی تلخی یا شکوہ شکایت یاد نہیں۔

حضرت مصلح موعود سے بہت زیادہ پیار تھا

اور بڑی بہو کے ناطے سے بھی اور اپنی لاڈلی بہن کی بیٹی ہوتے کی وجہ سے بھی، وہ بھی ان سے بہت پیار کرتے تھے ۔ اور خاص خیال رکھتے تھے

مہمان نواز تھیں ۔ ہمدرد بھی تھیں ۔ غمخوار بھی وفا شعار بھی تھیں راز دار بھی غرضیکہ بہت پیاری ہستی تھیں ۔ جن کو مولیٰ نے اپنی خاص حکمت کے ماتحت اپنے حضور بلا لیا جبکہ ہماری نظروں میں ان کی یہاں بھی بہت ضرورت تھی ۔

اب ان کی یاد ہے جو دلوں میں ہر وقت موجود ہے ۔

خدا تعالیٰ ان کے درجات کو بلند سے بلند کرے اور وہ جنت میں اپنے پیاروں کے قرب میں رہیں ۔ حضرت سیدی بھائی جان کا اس عظیم ناقابل تلافی صدمہ پر خود سہارا بنے کیونکہ وہی سب سے بڑا سہارا و پیارا ہے ۔

خدا تعالیٰ ان کو صحت والی لمبی زندگی دے اور کوئی مزید غم نہ دکھائے ان کو جماعتی کاموں میں نمایاں اور غیر معمولی کامیابی عطا فرمائے

آمین

"إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ"

ہم اللہ کیلئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ۔ (قرآن کریم)

بقیہ :- سیدہ منصورہ بیگم صفحہ ۲۹ سے آگے

تجویز پر ٹھوس رائے دی اور بدعات و رسومات کے خلاف بہنوں کو بہت تاکید فرماتی رہیں ۔ اس وقت کسے معلوم تھا کہ یہ آخری موقع ہے جس میں بہنیں آپ کی نصیحتوں سے فیضیاب ہو رہی ہیں ۔

اے جانے والی روح! تجھ پر سلام کہ تُو نے اس دنیا میں اپنے فرض کو خوب سمجھا اور نبھایا ۔ ایک مثالی زندگی پیش کی اور جب تیرے رب کا بلاوا آیا تو لبیک کہتے ہوئے یوں رخصت ہوئی گویا اس دنیا اور دنیا والوں سے کوئی واسطہ ہی نہ تھا ۔ اور اپنے پیارے ماموں جان کے قریب جا سوئی ۔

اس میں کیا شک ہے کہ آپ کی زندگی بڑی کامیاب اور شاندار گزری اور آپ کی وفات بھی شاندار تھی ۔

اللھم نوّر مرقدھا وارفعھا فی اعلیٰ علیّین

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمارے آقا حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو لمبی صحت والی زندگی عطا فرمائے اور آپ کے ذریعہ احمدیت کو زیادہ سے زیادہ ترقی عطا فرمائے ۔

آمین اللھم آمین

میری امی

محترمہ صاحبزادی امۃ الشکور صاحبہ بنت حضور ایدہ اللہ تعالیٰ

قلم شکستہ، دل ودماغ اداس اور پریشان۔ ایسی حالت میں مجھ سے کچھ نہیں لکھا جاتا کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ ایسا وقت بھی ہم پر آئے گا جب میری امی ہم میں نہیں ہوں گی اور ہم ان کے اخلاق کردار اور باتوں کو دنیا کے سامنے پیش کریں گے۔ کل ہی کی تو بات ہے جب ہم سب احمد نگر سیر کو گئے تھے۔ مجھے ابھی بخار تھا اور میری امی! آپ مجھے بار بار وہاں بچھی ہوئی چارپائی پر آرام کرنے کو کہہ رہی تھیں۔ کل ہی کی تو بات ہے جب آپ بیمار تھیں رات کا وقت تھا۔ میں آپ کے پاس بیٹھی تھی۔ اور آپ اپنی تکلیف کے باوجود بار بار یہ کہے جا رہی تھیں "شکری تم سو جاؤ" "شکری تم سو جاؤ" اور اگلے دن میرے سر پر دوپٹہ بندھا دیکھ کر (سر میں شدید درد کے باعث دوپٹہ باندھا ہوا تھا) آپ نے کہا تھا "تمہیں کہنا ماننے کی عادت نہیں" پھر ذرا جھڑک کر کہا "تمہیں کہا تھا کہ نہ جاگو" آہ مجھے کیا خبر تھی کہ یہ پیار بھری سرزنش جو میری بھلائی میں کی گئی آخری تھی۔ کہنے کو تو یہ چھوٹی سی بات ہے۔ لیکن ماں کی ممتا کا اندازہ کریں کہ اپنی تکلیف اور بیماری کے باوجود بیٹی کا خیال ہے کہ جاگنے سے سر درد کی تکلیف شروع ہو جاتی ہے۔ کہیں میری وجہ سے یہ بیمار نہ پڑ جائے۔ ہاں یہ تھی میری ماں کی محبت جس سے میں آج محروم ہو گئی۔ مائیں تو سبھی کی پیار کرتی ہیں۔ میں بھی ایک ماں ہوں لیکن میں وثوق سے کہہ سکتی ہوں کہ میری ماں کی محبت انوکھی اور ان کی ممتا سب سے نرالی تھی وہ ایک عظیم ماں تھیں ایک عظیم خدمت گذار اور باوفا بیوی۔ جماعت کی ایک فدائی خادمہ اور ایک بے نفس اور بے غرض انسان

ان کا حوصلہ بہت بلند اور ظرف بہت اعلیٰ تھا۔ انتہائی صابرہ وشاکرہ اور باغیرت تھیں۔ انسان کی زندگی میں دکھ سکھ سبھی شامل ہیں۔ تکلیف بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے اور وہ اپنے بندوں کو ہر طریق سے آزماتا ہے امی کی زندگی میں کچھ دکھ آئے خوشیاں بھی آئیں تکلیفیں بھی لیکن کسی حالت بھی انہوں نے خدا کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا نہ کبھی خوشی میں بڑائی کا کلمہ بولا اور نہ تکلیف میں خدا سے کوئی شکوہ کیا۔ جب کبھی کوئی رنج ملا خُدا کے حضور گر گئیں۔ اپنے مولا کو ہی پکارا اور اپنے اللہ میاں سے رو رو کر باتیں کر کے اپنے دل کا بوجھ ہلکا کیا۔ لوگوں کے سامنے رونے دھونے کی ان کو عادت نہ تھی۔ وہ ہر حالت میں اپنا وقار قائم رکھتی تھیں۔ کسی انسان سے کوئی تکلیف پہنچی تو بھی اس

سے شکوہ نہ کیا۔ نہ دل میں بات رکھی بلکہ یکسر بھلا دیتی تھیں۔ اکثر میں نے دیکھا کہ جس انسان سے رنج پہنچا وہی اپنی تکلیف میں امی کے پاس آتا تو امی نے اس طرح اس کا دکھ سنا اور محسوس کیا جیسے وہ دکھ ان کا اپنا ہو اکثر قریبی رشتہ داروں کی آنکھوں سے جان لیتیں کہ انہیں کوئی پریشانی ہے۔ اور فوراً دلداری کرنے لگ جاتیں۔ خاوند کے لئے ایسی بیوی کہ جس کی مثال اس دنیا میں ملنی مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نفس کے حقوق بھی رکھے ہیں ان میں صرف کھانا پینا اوڑھنا بچھونا ہی نہیں بلکہ اور بھی کئی باتیں آجاتی ہیں۔ مثلاً کسی کو اگر تعلیم حاصل کرنے کا شوق ہے تو یہ بھی اس کے نفس کا حق ہے کہ وہ اپنے ذوق کے مطابق علم حاصل کرے۔ امی کو اللہ تعالیٰ نے آرٹسٹ دماغ عطا کیا تھا۔ ادبی ذوق بے حد تھا ابا کے زمانۂ امامت سے پہلے امی نظمیں غزلیں کہا کرتیں۔ مضمون لکھتیں پینٹنگ کرتیں بڑی اچھی نظاروں کی Paintings بنائیں۔ بڑے بڑے گلدانوں پر تصویریں بنائیں۔ زبانیں سیکھنے کا شوق تھا فارسی زبان بہت پسند تھی۔ منشی فاضل کا امتحان خود گھر میں تیاری کر کے دیا۔ تنہائی پسند تھیں اور تنہا بیٹھ کر فارغ اوقات میں اپنے ان مشاغل میں مصروف رہتیں۔ لیکن ابا کی امامت کے بعد یکسر اپنے آپکو بدل دیا اور اپنی زندگی کا لمحہ لمحہ خدمت میں وقف کر دیا۔ ہر دم کوشش یہی ہوتی تھی کہ حضور کو گھریلو پریشانیوں سے بچائے رکھیں اور حضور کا کوئی لمحہ جو خدمت دین میں گذر سکتا ہے وہ ضائع نہ ہو۔ اپنی زندگی کا نصب العین ہی یہ بنا لیا اور اپنا سب کچھ جماعت کی خدمت کے لئے وقف کر دیا۔ ہر آن حضور کا ہی خیال رکھتیں اور اپنی ذات کو بالکل فراموش کر دیا اپنی کسی تکلیف اور رنج کا اظہار بھی ان سے نہ کرتیں۔ کہ کہیں ان کی پریشانی کی وجہ سے حضور کی توجہ اپنے کام سے نہ ہٹ جائے۔ حفاظت کا ذمہ بھی اپنے سر ہی لے لیا رات کو گھر کے دروازے خود دیکھتیں کہ کنڈیاں وغیرہ سب لگی ہیں یا نہیں۔ مجھے یاد ہے جب حضور سنہ ۱۹۷۳ء میں باہر تشریف لے گئے میں بھی ساتھ تھی۔ جب کہیں باہر سیر کو جاتے تو ایک دوبار ایسا ہوا کہ حضور کسی اچھے نظارے کی تصویر لینے آگے کو تیزی سے چل دیتے مجھے کہا کرتیں "دیکھو آگے نکل گئے ہیں بھاگ کے پاس جاؤ" اور اپنی نظریں بھی اسی طرف رکھتیں کہ کہیں کوئی ایسا ویسا شخص قریب نہ آجائے۔ اور ساتھ آئے ہوئے لوگوں کو کہتیں کہ "یہ تم لوگ اچھا خیال رکھ رہے ہو حضور آگے چلے گئے ہیں اور تم یہاں کھڑے ہو" ان لوگوں کو بس اسی بات پر ڈانٹ پڑتی تھی ورنہ تو سب کا محبت سے خیال رکھتیں اور اپنے بچوں کی طرح سے جانتی تھیں۔ کہیں بھی حضور نے جانا ہو وہ دفتر ہو یا باہر کسی کام سے، دروازے تک خود چھوڑنے جاتیں اور ساتھ جانے والوں کو تاکیدیں کرتیں کہ "بے حد خیال رکھنا غفلت نہ برتنا" دم کر کے پھونکتیں

مجھے بھی کہا کرتیں " ربّ کل شیئٍ پڑھ کر پھونکتی رہا کرو " خود بھی ہر وقت ابا کے لئے تڑپ اور اضطرار سے ہمیشہ ہی دعائیں کرتیں ۔ اپنی طرف سے تو ہمارا دھیان بالکل ہی پھیر دیا تھا ۔ حضور کی چھوٹی سے چھوٹی بات کا خیال رکھتیں ۔ کھانے پینے کا خیال ۔ کپڑوں کا خیال ۔ پسند ناپسند کا خیال ۔ آرام کا خیال ۔ کام کا خیال ۔ عادات اور جذبات کا خیال ۔ وقت کا خیال غرضیکہ کونسی ایسی بات تھی جس کا خیال نہیں رکھا ۔ ہر کام باریکیوں میں جا کر کرتیں یہ حال نہیں تھا کہ ایک کام کر رہی ہیں تو باقی کاموں سے غافل ہو جائیں ۔ چاروں طرف دماغ چلتا تھا اور چوکس رہتا تھا اپنی طاقت سے بڑھ کر کام کرتیں مَیں نے انہیں کبھی بیماری کے علاوہ بے وقت آرام کرتے یا سوتے نہیں دیکھا قدم قدم پر ساتھ چلنے والی صحیح مشورہ دینے والی تھیں اور یہی کوشش کرتیں کہ حضور کے سامنے کوئی ایسی بات نہ ہو جس سے ان کی طبیعت میں ملال پیدا ہو ۔ اپنی زندگی خاص کر آخری پندرہ سال ایک مجاہدہ میں گذارے ۔ اپنے نفس کو پیچھے ڈال کر ہر چھوٹی بڑی قربانی کی ۔

ہم بچوں کے لئے وہ محبت کا ایک بحرِ بیکراں تھیں ۔ ہماری ماں بھی وہ ہماری دوست اور غمگسار بھی وہ کسی بچے کے پھانس بھی چبھ جائے تو بیقرار ہو اٹھتیں ۔ میرے بچوں کو کئی بار اس بات پر ڈانٹا کہ اپنی امی کو تنگ نہ کیا کرو ۔ ۱۹۸۰ء میں جب باہر دورے پر حضور کے ساتھ گئی ہوئی تھیں ان دنوں میرے سر میں سخت شقیقہ کا درد بار بار اٹھتا تھا ۔ یہاں سے کسی جانے والے نے امی کو بتایا کہ اس کی طبیعت بہت خراب رہتی ہے ۔ اوپر سے بچے شور ڈال ڈال کر اسے بے حد تنگ کرتے ہیں ۔ یہ سن کر مجھے خط لکھا کہ " بچوں سے کہہ دو کہ اگر امی کو تنگ کیا تو جو چیزیں مَیں نے تم لوگوں کے لئے خریدی ہیں ایک بھی نہ دوں گی " جہاں جہاں جاتیں ہماری یاد ساتھ لے کر جاتیں ہر خط میں بیقراری کا اظہار ہوتا کہ " تم بہت یاد آتی ہو خاص طور پر فلاں جگہ بہت یاد آئیں " ۱۹۸۰ء میں سوئٹزرلینڈ جاتے ہوئے خوبصورت مناظر دیکھ کر میری یاد میں چند شعر لکھے جو مجھے وہاں کے ایک کارڈ پر لکھ کر بھیجے (جانتی تھیں کہ مجھے خوبصورت نظاروں سے عشق ہے اور سیروں کا بے حد شوق ہے ۔) وہ شعر یہ تھے ۔

یہ جنگل، یہ چشمے، یہ گل پوش وادی
یہ قدرت کی صناعیوں کی منادی
یہ جھیلیں، یہ نالے، بلند آبشاریں
وہ بیلوں کے جھومر گھنی سبزہ زاریں
مہکتے شگوفے معطّر ہوائیں
سہانا سا موسم سہانی فضائیں
بھری برف سے چوٹیاں یوں کہ جیسے
پہاڑوں نے لی ہوں روپہلی ردائیں

ہر اک موڑ پر یہ بدلتے نظارے
نظر کش مناظر نئے روپ دھارے
(نوٹ) سوئٹزر کے اک راستے پر یہ سارے
جمع ہوگئے ہیں یہ دلکش نظارے
یہ رنگیں فضائیں تھیں ہر سمت چھائیں
مجھے اس سمے تم بہت یاد آئیں

(نوٹ) سوئٹزرلینڈ (SWITZERLAND)

آہ ماں میری پیاری ماں ! اب کون میری یاد میں بیقرار ہو کر شعر کہے گا کون میرے لئے تڑپے گا - ماںتا کی اضطرار بھری دعائیں کہاں سے لاؤں تمہارا نعم البدل تو خدا نے ہی پیدا نہیں کیا ۔ تم سا دوست اور غمگسار کہاں سے لاؤں ۔ کس سے مشورہ لوں ۔ کس سے دل کی بات کروں ۔ کس کو چھیڑوں ۔ کس سے روٹھوں کس کو مناؤں ۔ تم نے اس دنیا سے جا کر وہ خلاء پیدا کر دیا ہے جسے کوئی پُر نہیں کر سکتا ۔ امی میری پیاری امی آپ نے تمام عمر ہمارے لئے قربانیاں کیں ۔ اور ہم سے کبھی کوئی خدمت نہ لی ۔ پچھلے سال کی تو بات ہے آپکو زکام اور بخار ہو گیا میں آپ کے پاس ہی آگئی تھی ۔ لیکن بخار اترتے ہی آپ کا یہ معمول ہو گیا کہ آپ صبح چائے کی پیالی دے کر مجھے جگاتی تھیں ۔ — — — — — — — — —

— — — — — — — — —

— — — — — — — — —

— — — — — — —

آپ کی نازبرداریاں یاد آتی ہیں تو دل تڑپ کے رہ جاتا ہے اب کہاں سے پاؤں گی یہ نازبرداریاں اور یہ لاڈ پیار ۔

امی مجھے سبق دینے کے لئے ایک بات ضرور کرتی تھیں ۔ کبھی مجھے کوئی چیز پسند آئی جو امی کے پاس فالتو ہوتی میں امی سے مانگتی تو فوراً انکار کر دیتیں ۔ سخت دل دکھتا اور جا کر نماز میں بے حد روتی کہ اللہ میاں میں نے تجھ سے مانگنے کی بجائے امی سے کیوں مانگا ۔ بے حد غیرت آتی اور بے عزتی کا احساس ہوتا ۔ چند دن بعد امی وہی چیز بھجوا دیا کرتیں ۔ دو تین بار ایسا ہوا ۔ اور پھر مجھے سمجھ آگئی کہ امی مجھے یہ سبق دینا چاہتی ہیں کہ سوائے خدا کے در کے کسی کے آگے خواہ وہ ماں باپ ہی کیوں نہ ہوں ہاتھ نہیں پھیلانا چاہیئے ۔ امی خود اتنی باغیرت تھیں کہ کیسے بھی حالات ہوں ماں باپ سے مانگنا تو ایک طرف کبھی ان حالات کا ذکر بھی ان سے نہ کیا ۔ کبھی میکے کی بات سسرال میں اور سسرال کی بات میکے میں نہ کرتی تھیں ۔ اور باتوں کے علاوہ یہ بات بھی ایسی تھی جس کی وجہ سے دونوں جگہ ان کی قدر و منزلت بڑھی ۔ یہی نصیحت مجھ سے بھی کرتی تھیں ۔ سب رشتہ داروں سے ایک جیسی محبت اور حسنِ سلوک سے پیش آتی تھیں ۔ کبھی کوئی سگے سوتیلے کی بات نہیں کی ۔ گھر کے اس ماحول کی وجہ سے ہمیں آجتک سگے سوتیلے کا فرق نہ پتہ چلا ۔

عورتوں کی وجہ سے ہی گھر کا ماحول بنتا ہے ۔ امی کو چغلی چکاری ۔ غیبت ۔ شکوہ شکایت سے دور کا بھی واسطہ نہ تھا ۔ اس لئے ہمارے گھر میں جب کبھی رشتہ دار اکٹھے

ہوتے مجلس جمتی تو اس میں یہ ہوتا تھا کہ کبھی علمی یا مذہبی بحث ہو رہی ہے حالات حاضرہ پر تبصرے ہو رہے ہیں کہیں بیت بازی کی جا رہی ہے۔ کہیں نظمیں غزلیں ترنم سے پڑھوائی جا رہی ہیں۔ ہلکے پھلکے لطیفے ہو رہے ہیں۔ پرانے زمانے کی باتیں بتائی جا رہی ہیں بزرگوں کے ذکر ہو رہے ہیں۔ کھیل کود کی باتیں ہو رہی ہیں۔ امی بہت زندہ دل تھیں۔ لطیفے سنتیں اور سناتیں۔ دل کھول کر ہنستیں۔ ان کی محفل اتنی مزیدار ہوتی کہ بچوں کا دل بھی اپنی نانی امی سے بہت لگتا تھا۔ جہاں عزت کرتے اور ڈرتے بھی تھے۔ وہاں دوستوں والی بے تکلفی بھی تھی۔

نظمیں غزلیں سننے کا بہت شوق تھا۔ رات کو ہم سب کو لے کر بیٹھ جاتیں اور کہتیں کہ کچھ سناؤ۔ وفات سے چند دن پہلے کی تو بات ہے ہم سب بچے امی کے گرد لاؤنج میں بیٹھے تھے پھوپھی باچھی (سیدہ امۃ الباسط بیگم صاحبہ) اور ان کی بیٹی نصرت بھی تھی۔ نصرت سے کہنے لگیں آج سخت Depression (بے چینی) ہے کچھ سناؤ۔ نصرت نے کوئی نئی چیز سنائی۔ اس پر کہنے لگیں نہیں مجھے تو وہی غزل سناؤ۔

اے میرے ہمنشیں چل کہیں اور چل

نصرت نے بہت کہا کہ ممانی جان یہ تو بہت دفعہ سنا چکی ہوں اب دل بھر گیا ہے کہنے لگیں تمہیں میرا نہیں بھرا مجھے تو وہی غزل سناؤ۔ آخر اس نے سنائی۔ اس غزل کا ایک شعر یہ بھی ہے جو انہیں بہت پسند تھا۔

اے ظالمو اپنی قسمت پہ نازاں نہ ہو۔ دَور بدلے گا یہ وقت کی بات ہے
وہ یقیناً سنے گا دعائیں میری کیا تمہارا خدا ہے ہمارا نہیں

بچپن سے ماں کی آغوش سے جو سبق سیکھے وہ تھے خدا پر پختہ ایمان اور توکل۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور حضرت بانی سلسلہ احمدیہ سے حقیقی محبت اور ہر وقت یہ خیال رکھنا کہ کوئی ایسی حرکت نہ ہو جس سے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے نام پر حرف آئے۔ ہمیں ہمیشہ یہ کہا کرتیں "یہ نہ بھولو کہ تم حضرت (اقدس) کی نسل ہو اگر تم لوگ یہ یاد رکھو گے تو مجھے امید ہے کہ کبھی نہ بھٹکو گے" (امام) وقت کی اطاعت میں ہر وقت آمنّا وصدّقنا کی تصویر (اسکو اگر میں تفصیل سے لکھنے لگوں تو ایک الگ مضمون بن جائے) باغیرت اور بلند حوصلہ۔ ہر بات کو خاموشی سے برداشت کر کے خدا پر چھوڑ دینا اور دعاؤں پر زور دینا۔ مَیں نے آنکھ کھلتے ہی ہر بات پر امی کو دعا کرتے دیکھا۔ چھوٹی سے چھوٹی بات کے کیلئے بھی دعا۔ چھوٹے سے چھوٹا کام جن کو اکثر لوگ یونہی کر جاتے ہیں مَیں نے امی کو بغیر دعا کے کرتے نہیں دیکھا۔ منافقت ریاکاری اور ہل فریب سے بات کرنے سے سخت نفرت تھی۔ اور جھوٹ سے بے حد کراہت کرتی تھیں۔ ہمیں بھی یہی نصیحت کرتیں اور مجھے کہا کرتیں کہ بچوں کو یہ عادت ڈالو کہ وہ کبھی جھوٹ نہ بولیں۔ ہمیشہ سچی بات کہیں۔ اسی سلسلہ میں ایک اور بات یاد آئی مجھے کہا کرتی تھیں کہ اپنے بچوں میں کہنا ماننے کی عادت ڈالو۔ اس سے بہت سی برائیوں سے بچے رہیں گے

ایک بار مجھے خط لکھا کہ بچوں کو ہر وقت ڈانٹ پھٹکار اور مار کٹائی نہ کرنا ۔ اس سے بچہ ڈھیٹ ہو جاتا ہے دوسرے احساس کمتری کا شکار ۔

بے نفس ۔ بے غرض ہر وقت قربانیاں کرنا سب سے مشکل کام پختہ عمر میں آکر اپنی عادات اور فطرت بدلنا ہوتا ہے ۔ میں بتا چکی ہوں کہ امی فطرتاً تنہائی پسند تھیں لیکن جب اللہ تعالیٰ نے انہیں (امام وقت) کی بیوی کی حیثیت سے اس منصب پر لا کھڑا کیا تو انہوں نے یکسر اپنے آپ کو بدل دیا اب کہاں تنہائی اور کیسی تنہائی ہر وقت لوگوں کا آنا ۔ ان سے ملنا ۔ ان کی باتیں سننا ۔ ان کو تسلی دینا ۔

وہ جانتی تھیں کہ یہ میرا فرض ہے ۔ پھر خود بھی دعا کرتیں اور حضور کو بھی کہتیں ۔ ہر ایک پر خصوصی توجہ دیتیں ۔ ہر عورت سمجھتی کہ اسے بہت محبت سے ملی ہیں ۔ اور بڑی خوش خوش جاتی ۔ عورتوں کے لئے حضور تک پہنچنے کا وہ ذریعہ تھیں ۔ آج یہ وسیلہ ہم میں نہیں رہا ۔ لیکن جس طرح انہوں نے ہمیں پیار دیا ۔ جماعت کے لئے قربانیاں کیں، دعائیں کیں ان کا یہ حق ہے کہ ہم ان کو کبھی نہ بھولیں اور ہمیشہ ان کے لئے دعائیں کرتے رہیں ۔

اے اللہ تو میری امی کو اپنے قربِ خاص میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت اقدس کے قدموں میں اپنوں کے ساتھ رکھنا ۔ انہیں وہاں اکیلا نہ چھوڑنا ۔

اے اللہ میری امی بالکل اکیلے رہنے سے گھبراتی تھیں ۔ وہاں بھی نہ اکیلا چھوڑنا ۔ اپنے ماں باپ اپنے ماموں جان کے پاس رکھنا ۔

اے اللہ میری امی پر ہزاروں ہزار رحمتیں نازل فرما اور بے شمار انعامات عطا فرما ۔ اور اپنا بہت پیار دے اور پیارے اللہ میاں میرا پیار اور سلام بھی امی کو پہنچا دے اور اللہ میاں امی کو وہاں بہت خوش رکھنا ۔ اے رحیم و کریم ! ماں سے بڑھ کر چاہنے والے خدا ! میری امی کو وہاں کوئی گھبراہٹ نہ ہو ۔

آمین

اور اے خدا ہمیں بھی دلی صبر عطا فرما اور ہم زبان سے ہی نہیں بلکہ دل سے یہ کہنے والے ہوں کہ
راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تیری رضا ہو

آمین

"دنیا کی محبت ساری خطاکاریوں کی جڑ ہے"
(ملفوظات جلد ہشتم صفحہ ۳۵۵)

"یاد رکھو مصیبت کے زخم کیلئے کوئی مرہم ایسا تسکین دہ اور آرام بخش نہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا ہے۔"
(ملفوظات جلد ہشتم صفحہ ۴۵)

میرے ابا جان (حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب مرحوم) اور ہماری پھوپھی اماں (حضرت اماں جان نوراللہ مرقدہا) میں عام بہن بھائیوں کی نسبت بہت زیادہ محبت تھی اس لئے ہمیں بھی اپنی پھوپھی اماں اور ان کی ساری اولاد سے بہت پیار تھا۔ چونکہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کو حضرت اماں جان نے اپنا بیٹا بنایا ہوا تھا اس لئے ہم بچپن سے ہی آپ کو حضرت اماں جان کا بیٹا سمجھتے تھے۔ جب آپ کی شادی ہوئی میری عمر اس وقت بارہ سال کی تھی۔ شادی پر ہم قادیان گئے تھے۔ لیکن چونکہ ہم قادیان سے باہر رہتے تھے اس لئے میری کسی سے بے تکلفی نہ تھی۔ پھر شادی ان (حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ) کے بھائی سے ہوئی اور ہم مالیر کوٹلہ چلے گئے۔ جب میرا پہلا بیٹا ہوا میں بہت بیمار تھی۔ میرے ابا جان مالیر کوٹلہ سے مجھے قادیان لے آئے۔ اُن دنوں میں قریباً روزانہ ہی حضرت اماں جان اور آپا ہمارے گھر الصفہ آیا کرتی تھیں۔ بس اس وقت سے مجھے ان سے اصل تعلق پیدا ہوا اور بے تکلفی ہوئی اور اُن سے ایسی محبت ملی جو کسی اور سے نہ ملی۔ میرے ابا جان ہر موقعہ پر کہتے تھے " منصورہ کو بلاؤ " اور وہ بھی ان کی محبت میں پیدل اپنی کوٹھی "النصرت" سے چل کر آتی تھیں پھر تقریباً ایک سال کے بعد ان کے ہاں حلمی (امۃ الحلیم) پیدا ہوئی۔ میں ایک مہینہ ان کے پاس رہی کیونکہ وہ بہت بیمار ہو گئی تھیں۔

میاں بیوی میں چھوٹی چھوٹی باتیں ہو ہی جاتی ہیں۔ اسی طرح کوئی بات ہوئی۔ میں نے آپا سے شکایت کی کہ آپ کے بھائی نے اسطرح کیا۔ کہنے لگیں کہ اس کا جواب کل دونگی۔ اب سوچتی ہوں کہ کس خوبی سے کہا تھا کہ کل دونگی کیونکہ کل تک تو معاملہ خود بخود ٹھیک ہو جانا تھا۔ یہ بہت ہی پرانا واقعہ ہے۔ اس وقت بھی تربیت کا کتنا خیال تھا۔

اسی ضمن میں اپنی چچی جان (بیگم حضرت میر محمد اسحٰق صاحب مرحوم) کی ایک بات یاد آرہی ہے۔ کئی دفعہ مجھ سے یہ بات کی تھی کہ " مجھے ان کی یہ بات بہت پسند ہے کہ ہمیشہ صاف ستھرے کپڑے پہنے عطر پھول سے مزین ہو کر نماز پڑھتی ہیں۔" کالج کے زمانہ میں بہت سخت گردے

کی درد سے بیمار ہوئی تھیں۔ مجھے بلا لیتی تھیں۔ میں کئی
کئی دن آپ کے پاس رہتی تھی۔ سب کام کرتی تھی
کیونکہ ان کے بچے ابھی چھوٹے تھے۔ شکری کی شادی
پر مجھے بلوایا کہنے لگیں " مہندی تم سے لگوانی ہے۔ کیونکہ
تم سیدانی ہو" کام تو سب کے ہی کئے ہیں لیکن یہ عزت
دے کر کام انہوں نے لیا تھا۔ اس کے بعد کئی اس قسم
کے کاموں کے وقت یہی کہتی تھیں کہ تم سیدانی ہو اس
لئے یہ کام کروا رہی ہوں۔

پھر قدرت ثانیہ کا دور آیا اور یوں لگتا تھا کہ
خدا تعالیٰ نے خود ہاتھ پکڑ کر اپنے ..... اور جماعت کی
خدمت کے لئے کھڑا کر دیا ہے۔ پھر رشتہ کے ساتھ
احترام بھی بڑھتا گیا۔ اتنی محبت دی کہ بتا نہیں سکتی
اور ہر رشتہ دار یہی سمجھتا تھا کہ صرف مجھ سے ہی یہ محبت ہے
میری بیٹی نصرت جہاں کی شادی ہونے والی تھی۔ ایک
ایسی بات ہوگئی۔ جس پر حضور نے ناراضگی کا اظہار
کیا۔ ناراضگی میں بھی پیار تھا مجھے پتہ لگا تو میں روتی
ہوئی گئی۔ حضور ایدہ اللہ اور آپا بیٹھے ہوئے تھے میں
روتی رہی۔ منہ سے بات ہی نہ نکلتی تھی۔ آخر بڑی
مشکل سے اصل بات بتائی۔ میرے کانوں میں آج بھی
وہ دھیمی آواز رس گھول رہی ہے" اس کی تو سنیں کیا کہتی
ہے" پھر اس خوبی سے معاملہ سلجھا دیا کہ میں آج تک
حیران ہوں۔ اُس وقت مجھے کہنے لگیں کہ بچیوں کا ہر
کام کرتے ہوئے اور یوں بھی ہر وقت یہ کہا کرو کہ سب
کام خیر سے ہوں۔ خود بھی یہ کہنے کی بہت عادت تھی
بہن بھائیوں سے بہت پیار تھا میرے میاں کا
بازو گر کر ٹوٹ گیا تھا۔ میں نے حضور ایدہ اللہ کو فون
کر دیا کہ ہم شام کو لاہور جا رہے ہیں۔ دعا فرمائیں۔
سخت گرمی تھی جون کا مہینہ تھا۔ دیکھا کہ عین دوپہر
میں چلی آرہی ہیں کہ " مسعود کو دیکھ آؤں"

میرے بچے منصور کے رشتے کی ہاں کا جواب
جب مرزا وسیم احمد کی طرف سے قادیان سے آیا۔ جلسہ
ختم ہوئے دو تین دن ہوئے تھے۔ میں شام کو گئی سب
بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے کہا "آپا آپ مجھے بھتیجے کی ہاں
ہوئی ہے مٹھائی کھلائیں" ہنسنے لگیں۔ تھوڑی دیر
کے بعد مٹھائی کا ڈبہ لیکر آئیں۔ سکو پیش کی اور کہنے
لگیں " تمہارا بیٹا کر کے نہیں ابا میاں کے پوتے کی مٹھائی
کھلا رہی ہوں"۔

سنہ ۸۰ء کے دورے کے بعد کی بات ہے۔ ہر دفعہ
سفر سے آکر سب کو تحفے دیا کرتی تھیں۔ لیکن چونکہ سامان
دیر سے پہنچا تھا اس لئے تحفے بھی دیر سے ملتے تھے۔ سب
بیٹھے ہوئے تھے۔ نیلی گرم خوبصورت سی چادر اوڑھی ہوئی
تھی۔ میں نے کہا " آپا چادریں پرانی ہو جایا کریں تو ہمیں
دے دیا کریں" پہلے تو ہنستی رہیں۔ پھر دوسرے کمرے میں
گئیں۔ تھوڑی دیر کے بعد واپس آئیں تو دوسری چادر
اوڑھی ہوئی تھی اور ایک بنڈل ہاتھ میں تھا۔ وہی چادر
تہہ کر کے اور اس میں دوسرے تحائف جو باہر سے لائی
تھیں لپیٹے ہوئے تھے لاکر بنڈل میرے ہاتھ میں دیا کہ لو۔
نسخے بے حساب یاد تھے دیسی بھی اور ہومیوپیتھک،

بھی ۔ میری پوتی ندرت بہت بیمار رہتی تھی ۔ ہم اُسے روزانہ شام کو آپا کے پاس لے جایا کرتے ۔ روزانہ ہی کوئی نہ کوئی دیسی یا ہومیوپیتھک دوائی اُسے بتاتی تھیں کہ یہ دوائی لاؤ اس سے بخار اتر جائیگا ۔

گذشتہ سال جون میں ہم جرمنی جا رہے تھے ۔ ہماری سیٹیں بُک ہو گئی تھیں ۔ انہیں دنوں حضور ایدہ اللہ بھی اسلام آباد تشریف لے جا رہے تھے میں نے کہا آپا مل لیں ہم آپکے بعد چلے جائیں گے ۔ کہنے لگیں تم مجھے جاتے سے ایک دن پہلے کراچی سے فون کر کے جانا ورنہ مجھے فکر رہے گی ۔ پھر میں نے کراچی سے خدا حافظ اور دعا کیلئے ٹیلیفون کیا ۔ کہنے لگیں "مجھے مسعود کی بہت فکر ہے "

ایک دن پہلے ہم ملنے گئے ہم اندر داخل ہوئے تو دُلائی بغل میں دبائے آہستہ آہستہ گیلری میں سے ڈرائینگ روم کی طرف آ رہی تھیں انہوں نے کہا " بی بی اتنی سردی تو نہیں ہے " کہنے لگیں کہ " میرے گردوں پر بوجھ ہے میں دلائی لیتی ہوں تم میرے پاس بیٹھو " ہم کافی دیر بیٹھ کر واپس آئے ۔ دوسرے دن سنا کہ سخت بیمار ہیں ۔

چند دن بیماری کے تھے جو میں نے ان کے ہاں گذارے کہ شائد کسی وقت خدمت کی ضرورت پڑے لیکن وہ تو اتنا کم عرصہ بیمار ہوئیں کہ کسی سے خدمت بھی نہ لی ۔

اور آخر کار وہ دُلہن جس پر میں فریفتہ ہوئی اب اپنی حسین سیرت کی انمٹ یاد ہمارے دلوں پر چھوڑ کر ہم سے رخصت ہو گئی ؎

" بلانے والا ہے سب سے پیارا
اُسی پہ اے دل تو جاں فدا کر "

" بے دین اور دین سے متنفر وہی بچہ ہو گا جس کے والدین اس کے سامنے دین کا استخفاف کرتے ہوں ماں اگر نماز نہیں پڑھتی نماز کے اوقات کا احترام نہیں کرتی تو ضرور ہے کہ بیٹا بھی بڑا ہو کر ایسا ہی کرے گا "

" عورتیں اسی طرح خدا تعالےٰ سے کلام کر سکتی ہیں جس طرح مرد کر سکتے ہیں عورتیں اسی طرح دنیا کی راہنمائی کر سکتی ہیں جس طرح مرد کرتے ہیں اور عورتیں اسی طرح دنیا کی بدیاں دور کر سکتی ہیں جس طرح مرد کرتے ہیں ۔ عورتوں اور مردوں میں دین کے معاملہ میں کوئی فرق نہیں عورتیں بھی مردوں کی طرح ہی دین کی خدمت کر سکتی ہیں "

(حضرت مصلح الموعود)

میری بھابی جان نور اللہ مرقدھا

محترمہ صاحبزادی امۃ الباسط صاحبہ بنت حضرت المصلح الموعود
(اہلیہ محترمہ سید میر داؤد احمد صاحب مرحوم)

کبھی تصور میں بھی نہیں آسکتا تھا کہ ایک وقت آئے گا جب اپنی پیاری بھابی، ماں کی طرح چاہنے والی بیحد پیار کرنے والی بہن کے لئے کچھ لکھوں گی۔ بہرحال ہم خدا کی رضا پر راضی ہیں

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

بھابی جان مرحومہ پھوپھی جان (حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ) کی بہترین تربیت کا ایک مثالی نمونہ تھیں۔ آپ کی کس خوبی کا ذکر کروں ہزاروں واقعات اور سوچیں دماغ میں آتی ہیں۔ سمجھ میں نہیں آرہا کسے لکھوں اور کسے چھوڑوں۔ ابّا جان (حضرت مصلح موعود) سے بے حد پیار تھا۔ ایک مرتبہ ڈلہوزی میں شدید بارشوں کی وجہ سے خطرہ پیدا ہوگیا کہ کوئی بڑا پتھر اچانک کوٹھی پر نہ آگرے۔ حضرت ابّا جان نے اسی وقت سامان بندھوایا۔ سیّدی بھائی جان دوسری کوٹھی میں تھے ہم سب ان کے ہاں چلے گئے۔ انہوں نے جس بشاشت سے اتنے مہمانوں کی مہمان نوازی کی مَیں حیران رہ گئی۔ پھر ۱۹۴۶ء میں پیشگوئی مصلح موعود کے جلسے کیلئے ہم سب دہلی گئے اس وقت بھی سیّدی بھائی جان دہلی میں تھے۔ قریباً دس پندرہ دن وہاں رہے حالانکہ اس وقت بھابی جان بیمار تھیں اور علاج کے سلسلے میں وہاں گئی ہوئی تھیں مگر دن رات مہمان داری کی اور بیحد بشاشت سے۔ اسی طرح جب ہم لوگ ربوہ آگئے اور حضرت ابّا جان لاہور جاتے تو رتن باغ، سیّدی بھائی جان کے ہاں ہی ٹھہرتے سارے قافلے کی مہمان داری کرتیں۔ کسی کو کبھی احساس نہیں ہوا کہ کبھی معمولی سی کمی بھی آئی ہے ہماری خاطر میں۔ ہم لوگوں کا روزانہ کا معمول تھا سیّدی بھائی جان ایدہ اللہ کے ہاں شام کو جاتے تھے۔ ہر ایک سے بڑی بشاشت سے ملتیں، بیحد میٹھی اور دھیمی آواز میں باتیں کرتیں اب تک ان کا وہ پیار اور دلنشیں انداز میں بہت دھیمے لہجے میں باتیں کرنا، نصیحت کرنا گونجتا ہے۔ کوئی بات دیکھی تو بجائے ڈانٹنے کے پاس بلا کر بڑے پیار اور اپنائیت سے سمجھا دیا جیسے اپنے بچوں کو سمجھاتے ہیں ......

(قدرت ثانیہ) کا احترام اتنا زیادہ تھا کہ شوہر کا رشتہ پیچھے رہ گیا تھا۔ سیّدی بھائی جان یہ کہہ کر جاتے کہ مَیں نماز کے لئے جارہا ہوں تو فوراً کسی بچے کو آواز دیتیں کہ حضور کے ساتھ جاؤ کمرے تک اکیلے نہ ہوں۔ کھانے پر

بیٹھتیں تو ہر چیز چکھ کر دیتیں نرم ہو، اچھی ہو، یہ نہ ہو کہیں دانت میں سخت چیز تکلیف پہنچائے۔

ایک دن کسی کام سے صبح چلی گئی، بھابی جان چھوٹے سے باورچی خانے میں برتن دھو رہی تھیں پوچھا بھابی جان آپ خود برتن دھو رہی ہیں کہنے لگیں "ہاں صبح کا ناشتہ بھی میں خود تیار کرتی ہوں برتن بھی خود دھوتی ہوں" اس کے بعد باورچی خانہ صاف کیا پھر کمرے میں آکر میز صاف کی اور دوسری جھاڑ پونچھ بھی خود ہی کی۔ یہ وہ خاتون تھیں جنکے نانا حضرت اقدس والد حجۃ اللہ، والدہ نواب مبارکہ بیگم، اور شوہر موعود نافلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے حضور کے ذریعے غیر معمولی نشان دکھاتا چلا جائے اور ہر دن ایک نئی شان کا دن ہو غیر معمولی لمبی زندگی عطا فرمائے ہمارے آقا ہمارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ کو۔ خدا کی رضا پر بیحد راضی رہنے والے .... (امام) کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے خود ہی سکون اور سکھ عطا فرمائے۔

سالانہ اجتماع ۱۹۸۱ء پر بھابی جان تقریباً ہر پروگرام میں شریک ہوتی رہیں۔ جب سیدی بھائی جان مردانہ اجتماع میں شریک ہوتے تھے تو بھابی جان کار میں بیٹھ کر پروگرام سنتی تھیں۔ مگر اس مرتبہ مردانہ اجتماع کے آخری دن بھابھی جان زنانہ اجتماع میں آئی تھیں کیونکہ اس مرتبہ مردانہ اجتماع سے حضور کی تقریر زنانہ اجتماع میں آ رہی تھی۔ جب اجتماع ختم ہوا تو ہم لوگ باہر نکلے بھابی جان قنات کے پاس کھڑی تھیں میں نے پوچھا بھابی جان آپ یہاں کیوں کھڑی ہیں کہنے لگیں " اُنکا (سیدی بھائی جان کا) انتظار کر رہی ہوں۔ انہوں نے کہا تھا کہ میں لیتا جاؤں گا" میں نے کہا آپ بیٹھ جائیں کیونکہ ایک دن پہلے جب تقریر کرتے آئی تھیں تو کہہ رہی تھیں کہ مجھے آجکل بیحد چکر آ رہے ہیں، کہنے لگیں نہیں بس ٹھیک ہوں یہ آئیں گے تو ان کو انتظار نہ کرنا پڑے دیر ہو جائے گی۔

پہلی مرتبہ ناصرات میں بھی جا کر نصائح فرمائیں یہ معلوم نہ تھا کہ یہ تقریر آخری ثابت ہوگی جماعت کیلئے دعاؤں پر بے حد زور دیتیں نہ صرف خود کرتی تھیں بلکہ دوسروں کو بھی کہتی تھیں۔ سیدی بھائی جان کی اتنی فکر کہ شائد ہی دنیا میں کوئی ایسی مثال ہو۔ طبیعت بے حد حیاء والی پائی تھی، نفاست پسند، صفائی پسند، مہمان نواز، وفادار، غیر تمند، علم دوست آپ کی مجلس ایسی ہوتی تھی کہ اٹھنے کو دل نہیں چاہتا تھا۔ اٹھتے تو اگلے دن کے انتظار میں۔ کبھی شکوہ نہیں، شکایت نہیں، گلہ نہیں، اپنے دوستوں عزیزوں سے تو تعلق تھا، اپنے دکھ پہنچانے والوں کے لئے بھی خیر چاہتی تھیں۔ کبھی سن لیں کہ فلاں تکلیف میں ہے تو بے چین ہو جاتی تھیں اس کے لئے بھی دعائیں کرتی تھیں بڑوں کا احترام کرتی تھیں

ایک مرتبہ کچھ مہمان آئے ہوئے تھے۔ وہ سب نیچے بیٹھے تھے گھر کی کچھ چھوٹی بچیاں آکر اوپر بیٹھ گئیں اسی وقت انہیں اٹھا کر نیچے بٹھایا کہنے لگیں بری بات ہے جب بڑے نیچے بیٹھے ہوں تو اوپر نہیں بیٹھتے (باقی ص۶۶ پر)

راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تیری رضا ہو

(تقریر محترمہ صاحبزادی امۃ القدوس صاحبہ بیگم محترم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب ایم اے بر موقع جلسہ سالانہ ۱۹۸۱ء)

آج سے تین چار ماہ پہلے جب جلسہ سالانہ کا پروگرام بنایا گیا تھا تو کون جانتا تھا کہ جو وقت حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ کی تقریر کے لئے رکھا گیا ہے وہ وقت ہم ان کی باتیں سننے کی بجائے ان کے متعلق باتیں کرنے میں گزاریں گے۔ کسی رخصت ہونیوالے عزیز کے متعلق اتنی جلدی کچھ کہنا بہت مشکل کام ہے۔ ابھی تو دل اس حقیقت کو قبول کرنے پر بھی آمادہ نہیں۔ ابھی تو الفاظ بھی سوچ کا ساتھ نہیں دیتے۔ ابھی تو زبان بھی قدم قدم پر اٹکے گی۔ ابھی کانوں میں ان کی آواز کی بازگشت سنائی دیتی ہے اور آنکھوں کے سامنے ان کی زندگی کے مختلف مناظر ایک متحرک فلم کی طرح پھر رہے ہیں۔ ابھی تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے کل ہی کی بات ہو کہ آپ یہاں آئی تھیں۔ اسی سٹیج سے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے دورۂ مغرب کے حالات بیان کئے تھے۔ ساڑھے سات سو سال کے بعد سپین میں بننے والی پہلی مسجد کے سنگ بنیاد رکھنے کی کہانی سنائی تھی۔ بہت سی نصیحتیں کی تھیں۔ تعلیمی میدان میں نمایاں کامیابی حاصل کرنے والی بچیوں کے گلے میں تمغے پہنائے تھے۔

پہلے ہی دن خطبہ جمعہ میں اپنی عزیز از جان رفیقۂ حیات کے متعلق باتیں کرنا صرف حضور ایدہ اللہ کا ہی حوصلہ ہے کیونکہ خدا تعالیٰ جس کسی کو اس اہم منصب پر فائز کرتا ہے تو اسے خارق عادت صفات سے بھی نوازتا ہے۔ ہم جیسے عام انسان تو اس کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتے لیکن چونکہ یہ کام میرے سپرد کیا گیا ہے کہ میں آپ کے متعلق کچھ کہوں اس لئے جیسے بھی ہو سکا کچھ نہ کچھ کہنے کی کوشش کروں گی۔

حضرت سیّدہ منصورہ بیگم ۲۷ ستمبر ۱۹۱۱ء کو حضرت سیّدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کے ہاں پیدا ہوئیں۔ آپ حجۃ اللہ حضرت نواب محمد علی خانصاحب اور حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی سب سے بڑی بیٹی تھیں۔ آپ کے بھائی نواب محمد احمد خان صاحب مرحوم آپ سے بڑے تھے اور دوسرے نمبر پر آپ تھیں

سیّد مسعود احمد صاحب اپنی والدہ سیّدہ امّ داؤد سے روایت کرتے ہیں کہ ابھی آپ چھوٹی سی تھیں تو حضرت امّاں جان نے آپ کو اور حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کو قریب لیٹاتے ہوئے کہا "ان دونوں کی شادی ہوگی" حضرت امّاں جان کی یہ خواہش ۲ر جولائی ۱۹۳۴ء کو پوری ہوئی جب حضرت مصلح موعود نے آپ کا نکاح اپنے فرزند اکبر حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کے ساتھ پڑھا۔ خطبہ نکاح میں جو بہت طویل تھا حضرت مصلح موعود نے موجودہ زمانے میں اسلام کی حالت کا نقشہ کھینچا۔ دجّال کے فتنہ کے متعلق باتیں کیں۔ ابنائے فارس کی ذمہ داریاں اور فرائض بیان کئے اور فرمایا۔

"خدا کے رسولؐ نے تیرہ سو سال پہلے کہا تھا کہ لوکان ایمان معلّقا بالثریا لنالہ رجالٌ من ابناء فارس وہ وقت جب میری امت پر آئے گا۔ جب اسلام مٹ جائے گا۔ جب دجّال کا فتنہ روئے زمین پر غالب آجائے گا۔ جب ایمان مفقود ہوجائے گا۔ جب رات کو انسان مومن ہوگا صبح کافر۔ صبح مومن ہوگا اور شام کو کافر۔ اس وقت میں امید کرتا ہوں کہ اہل فارس میں سے کچھ لوگ ایسے کھڑے ہوجائیں گے۔ جو پھر اس آواز پر جو میری طرف سے بلند ہوئی ہے لبّیک کہیں گے پھر ایمان کو ثریّا سے واپس لائیں گے۔ ان الفاظ میں رسول کریمؐ نے خالی رجلٌ نہیں کہا بلکہ رجالٌ کہا ہے جس کا مطلب ہے کہ اشاعت دین کی ذمہ داری رجل فارس پر ہی ختم نہیں ہوجائے گی بلکہ اس کی اولاد پر بھی وہی ذمہ داری عائد ہوگی ....

مَیں آج اس امانت اور ذمہ داری کو ادا کرتا ہوں اور آج ان تمام افراد کو جو رجل فارس کی اولاد میں سے ہیں رسول کریمؐ کا یہ پیغام پہنچاتا ہوں۔ رسول کریمؐ نے اُمّت محمدیہ کی تباہی کے وقت امیّد ظاہر کی ہے کہ لنالہ رجالٌ من فارس اور یقین ظاہر کیا ہے کہ اس فارسی النسل موعود کی اولاد دنیا کے لاکھوں حرصوں اور ترقیات کو چھوڑ کر صرف ایک کام کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دے گی۔ اور وہ کام یہ ہے کہ دنیا میں اسلام کا جھنڈا بلند کیا جائے۔ ایمان کو ثریّا سے واپس لایا جائے اور مخلوق کو آستانۂ خُدا پر گرایا جائے۔ یہ امیّد ہے جو خدا کے رسولؐ نے کی۔ اب میں اُن پر چھوڑتا ہوں۔ کہ وہ اس کا کیا جواب دیتے ہیں۔ خواہ میری اولاد ہو یا میرے بھائیوں کی وہ اپنے دلوں میں غور کر کے اپنی فطرتوں سے دریافت کریں کہ اس آواز کے بعد اُن پر کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔"

یہ ہے اس طویل خطبہ کا چھوٹا سا اقتباس جو آپ کے نکاح کے وقت پڑھا گیا تھا۔ اور خدا شاہد ہے کہ حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ نے تمام زندگی اپنے عظیم المرتبت ماموں حضرت مصلح موعود کی توقعات پر پورا اُترنے کی کوشش کی۔ اُن کو اپنے خاندان کا پاس بھی تھا اور اپنی ذمہ داریوں کا احساس بھی۔ وہ خود شناس بھی تھیں اور حق شناس بھی۔ وہ بے حد خود دار بھی تھیں اور منکسر المزاج بھی۔ وہ بہت وضعدار تھیں۔ انہوں نے اپنی تمام زندگی خاندان فارس کی روایات و اقدار کو مدّ نظر رکھتے ہوئے نہایت وقار سے بسر کی۔ وہ جس وقار سے زندہ رہیں اسی وقار سے رخصت بھی ہوئیں۔

۵ راگست ۱۹۳۴ء کو آپ کی تقریب رخصتانہ مالیرکوٹلہ

میں عمل میں آئی اور حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ کی سب سے بڑی نواسی، حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی بڑی بیٹی، حضرت مصلح موعود کی سب سے بڑی بہو بن کر الدار میں آئیں۔ ایک ماہ بعد ہی حضرت مرزا ناصر احمد صاحب پڑھنے کے لئے انگلستان تشریف لے گئے۔ شادی کے اتنا جلد بعد ہنستے ہوئے چہرے کے ساتھ اپنے عظیم المرتبت خاوند کو رخصت کیا۔ اور ایک لمبا عرصہ آپ کی جدائی میں بڑے صبر اور حوصلے اور بشاشت کے ساتھ گذارا۔ صبر اور حوصلے کے ساتھ میں اس لئے کہہ رہی ہوں کہ شادی کے بعد میاں بیوی ہی ایک دوسرے کے راز دار، غمگسار اور بے تکلف دوست ہوتے ہیں۔ اور لڑکیوں کا اپنے ماں باپ کے گھر سے بھی ایک قسم کا حجاب اور تکلف پیدا ہو جاتا ہے لیکن آپ نے جدائی کے اس لمبے عرصے میں بھی کبھی ایسا طرزِ عمل اختیار نہیں کیا جس سے آپ کے شوہر کے لئے اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے میں کسی قسم کی مشکل پیش آئے۔

ساڑھے تین سال کے عرصہ کے بعد ۱۹۳۸ء میں حضرت مرزا ناصر احمد صاحب قادیان واپس تشریف لائے اور واقف زندگی کے طور پر جماعت میں اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا۔ اگر وہ واقف زندگی تھے تو آپ اُن سے پیچھے نہ تھیں بلکہ اُنہی کی طرح وقف کی حقیقی روح کیساتھ ان کے کاموں میں ممد و معاون رہیں اور کبھی ایسا موقع نہ آنے دیا کہ اُن کے کام میں کسی طرح کی روک بنیں۔ خود حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں کہ

ایک دن جب حضور کو بطور صدر خدام الاحمدیہ کسی محلہ میں خدام کے کسی پروگرام میں شرکت کرنی تھی۔ آپ کی بڑی بچی سخت بیمار ہو گئی اور بچی کی حالت بہت خراب ہو گئی۔ حضور نے بچی کی اس حالت کے باوجود پروگرام ملتوی کرنا مناسب نہ سمجھا اور حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ سے کہا شفا دینا اور زندگی دینا تو اللہ کا کام ہے۔ مَیں رہوں نہ رہوں کوئی فرق نہیں پڑتا اس لئے میں جا رہا ہوں۔ حضور فرماتے ہیں "اس وقت بھی آپ کے چہرے پر کوئی گھبراہٹ نہیں آئی" اور مسکراتے ہوئے حضور کو رخصت کیا۔ ماں اور باپ کی اس جذباتی قربانی کو خدا نے قبول کیا اور جب حضور واپس آئے تو بچی صحت یاب ہو چکی تھی۔

پھر تقسیم ملک کا وقت آیا۔ بڑا سخت اور بڑا عظیم ابتلاء تھا۔ جس سے اس وقت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے گذرے۔ جو شخص بھی رسولِ خدا کا نام لیتا تھا اسے قتل کیا جاتا تھا۔ مسلمانوں کے اموال لوٹے جا رہے تھے۔ ان کے گھروں کو آگیں لگائی جا رہی تھیں۔ اس وقت بھی حضور جب اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کے لئے اکیلے یا ایک دو آدمیوں کے ساتھ قادیان سے میلوں دور ہندوؤں اور سکھوں کی اکثریت کے گاؤں میں کسی مسلمان گھرانے کو بچانے کے لئے جاتے تو ان حالات میں بھی جب یہ بھی پتہ نہیں ہوتا تھا کہ حضور واپس بھی آسکیں گے یا نہیں۔ آپ نے انہیں نہیں روکا۔ بلکہ ہمیشہ مسکراتے ہوئے بڑے حوصلہ اور بشاشت کے ساتھ رخصت کیا اور ان ہنگامہ خیز حالات میں آپ کو گھر کی جملہ ذمہ داریوں سے آزاد رکھا تاکہ آپ اطمینان سے کام کر سکیں۔

..... (قدرتِ ثانیہ) سے آپ کو جو محبت اور عقیدت

تھی اس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ ہجرت کے وقت جب خاندان حضرت اقدس کی سب خواتین پاکستان آرہی تھیں تو آپ نے آنے سے انکار کر دیا۔ اس وقت تو لوگ یہ سمجھے کہ شاید اپنے میاں کو اکیلا چھوڑنا نہیں چاہتیں لیکن یہ بات اس وقت غلط ثابت ہوئی جب حضرت مصلح موعود کی قادیان سے ہجرت کے وقت آپ اپنے میاں کو قادیان چھوڑکر ...... حضرت مصلح موعود کے ساتھ ہندوستان سے پاکستان تشریف لے آئیں۔ اس سفر میں حضرت سیّدہ امّ متین صاحبہ اور حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ حضرت مصلح موعود کے ساتھ تھیں۔

تقسیمِ ملک کے بعد چونکہ تعلیم الاسلام کالج ابھی لاہور میں ہی تھا اور حضور کالج کے پرنسپل تھے۔ اس لئے آپ سنہ ۱۹۵۴ء تک لاہور میں ہی مقیم رہیں

۔ ایسی حالت میں حضور کالج جاتے ہیں اور حضور کے بیان کے مطابق اس وقت ہنستے ہوئے چہرے سے رخصت کرتی ہیں اور کسی قسم کی گھبراہٹ کا اظہار نہیں کرتیں۔

سنہ ۱۹۶۵ء میں حضرت مصلح موعود کی وفات ہوتی ہے اور آپ کے عظیم شوہر منصب .... (قدرت ثانیہ) پر متمکن ہوتے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے اس طرح زندگی گزاری کہ دیکھنے والوں کو نظر آتا تھا کہ جیسے انہوں نے اپنے نفس کو بالکل ہی مار لیا ہو۔ اب تو ان کا اوڑھنا بچھونا صرف

کی خدمت اور آپ کو آرام پہنچانا اور آپ کے لئے ایسا گھریلو ماحول پیدا کرنا ہی رہ گیا تھا جو آپ کے کسی کام میں رکاوٹ نہ ہو۔ حضرت صاحب کا چھوٹے سے چھوٹا کام اپنے ہاتھ سے کرتیں۔ آپکی دواؤں کا خیال رکھنا، آپکی خوراک کا خیال رکھنا، آپکی ضروریات کا خیال رکھنا، غرض یہی آپ کا کام تھا ــــ کوشش کرتیں کہ یہ دو منٹ بھی حضور سے ضائع نہ ہوں۔

۔ حقیقت تو یہ ہے کہ خدا نے آپ کو ان تمام خوبیوں اور تمام قابلیتوں سے نواز تھا جو جانشین حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی رفیقۂ حیات کے لئے ضروری تھیں۔ اگر کبھی کوئی دوائی بھی خود نکال کر کھانے لگتے تو روک دیتیں حضور کی حفاظت کے لئے ہر وقت چوکس رہتیں۔ جلسہ پر جب عورتوں میں تقریر کے لئے تشریف لاتے تو پانی کی تھرمس اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوتی تھی۔ ایک دفعہ سٹیج پر کسی وجہ سے پانی کی تھرمس مجھے پکڑا دی اور پھر بار بار تاکید کی کہ دیکھو یونہی ادھر ادھر نہ رکھ دینا۔ اپنے ہاتھ میں پکڑے رکھنا۔ جب تک حضرت صاحب کی تقریر ہوتی رہتی آپ ایک پہریدار کی طرح

"دیکھو وہ زمانہ چلا آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا اس سلسلہ کی دنیا میں بڑی قبولیت پھیلائے گا اور یہ سلسلہ مشرق اور مغرب اور شمال اور جنوب میں پھیلے گا ...... یہ باتیں انسان کی نہیں یہ اُس خدا کی ....ہیں جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں"
(تحفہ گولڑویہ طبع اوّل صہ ۵۶)

چوکنا رہتیں اور ہمیں بھی کہتی جاتیں کہ دیکھو ہر طرف نظر رکھو۔

اقوام شرق و غرب تک دینِ حق کا پیغام پہنچانے کے لئے حضور نے جو سات سفر کئے ان سب میں حضور کے ہمرکاب رہیں۔ ان دوروں پر ساتھ جانے والے بتاتے ہیں کہ وہ ایک چوکس پہریدار کی طرح حضور کے ساتھ رہتیں۔ انہیں ہر وقت یہ فکر رہتی تھی کہ حضور کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔

سوچتی ہوں جو ہر ہر لمحہ سائے کی طرح ساتھ رہی

اس نے کس دل سے ساتھ چھوڑا ہو گا

عمر بھر سایہ بنی جن کا انہیں چھوڑ گئی

حکمِ حاکم تھا یہی وہ تو وفادار بھی تھی

ہمارے ہاں پہلے بہت پابندیاں ہوتی تھیں۔ میں کہیں امی کے بغیر نہیں جاتی تھی۔ ہاں بڑے ماموں کے ہاں کئی کئی دن جا کر رہتی۔ ممانی جان سے بہت بے تکلفی تھی۔ بالکل سہیلیوں کی طرح ہمارا ساتھ دیتی تھیں۔ بعض دفعہ بزرگوں سے جھجک ہوتی ہے۔ اُن سے ہم ہر قسم کی بات نہیں کر سکتے لیکن ممانی جان سے کوئی جھجک نہیں ہوتی تھی۔ ان کی خوبی تھی کہ ہر عمر کے لوگوں کے ساتھ گھل مل جاتی تھیں۔ جتنا ان کے قریب ہونے کا موقع ملتا تھا اتنا ان کی شخصیت کا اچھا اثر پڑتا تھا۔ قریب رہنے والے جانتے تھے کہ دُور سے چٹان نظر آنے والی ذات اندر سے جھاگ کی طرح نرم ہے۔ ہمارے ساتھ ہر کھیل میں ہنسی مذاق میں شامل ہوتیں لیکن اس کے باوجود تربیت کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتی تھیں۔ مجھے یاد ہے ایک دفعہ کالج میں مشاعرہ تھا۔ بڑے ماموں کالج کے پرنسپل تھے انہوں نے ہمارے لئے علیحدہ جگہ پر انتظام کر دیا۔ اس لئے ہم بھی سننے گئے۔ مَیں نے اور ان کی چھوٹی بیٹی حلمی نے ایک شاعر کی شکل کی تعریف کر دی۔ اس پر ہمیں سمجھانے لگیں کہ شریف گھروں کی لڑکیاں غیر مردوں کی شکلوں کی تعریف نہیں کیا کرتیں۔ ہماری بھی کچّی عمر تھی ہم ان سے ہنس ہنس کر بحث کرتے رہے اس وقت تو بات ہنسی میں ہی ختم ہو گئی مگر اتنا ہوا کہ دل نے یہ ضرور محسوس کر لیا کہ ہم نے غلط بات کر دی ہے۔

صفائی پسند بہت تھیں۔ کراہت کا مادہ طبیعت میں کچھ زیادہ ہی تھا۔ اس لئے اکثر ہم چھیڑتے رہتے تھے۔ کہ آپ کے پاندان یا کسی اور چیز کو گندہ ہاتھ لگا دیا ہے مصنوعی غصّہ سے ڈانٹتی جاتیں۔ لیکن ہماری ان تنگ کرنے والی حرکتوں کا مزہ بھی لیتی جاتی تھیں۔ جتنا چھیڑتے تھے اتنا ہی خوش ہوتی تھیں۔ اس سلسلہ میں بھی آپ کی طبیعت کا ایک عجیب پہلو سامنے آتا ہے جب خدا نے آپ کو کی بیوی بننے کا شرف عطا کیا تو اپنے آپ کو اس کے مطابق ڈھال لیا۔ اور جسے ایک دو عورتوں سے بھی مصافحہ کرنا مشکل لگتا تھا۔ اُس نے بڑی بشاشت اور خوشی کے ساتھ ہزاروں عورتوں سے مصافحہ کیا اور ان کو گلے لگایا۔

چھوٹی بڑی تکلیفیں انسان کے ساتھ لگی رہتی ہیں۔ آپ کو تکلیفیں بھی آئیں غم بھی آئے صدمے بھی پہنچے، ایسے ایسے غم بھی آئے جو ایک انسان کی کمر توڑ کر رکھ دیتے ہیں لیکن کبھی کسی پر اشارۃً بھی اپنی تکلیف کا اظہار نہ کیا۔ اپنا ہر غم اور ہر تکلیف دوسروں سے چھپایا۔ لگتا تھا کہ حضور کے

خلیفہ بننے کے بعد وہ یہ عزم لے کر کھڑی ہوئی ہیں کہ جماعتی کاموں میں اپنی ذات یا ذاتی جذبہ یا مسئلہ کو مزاحم نہ ہونے دیں گی۔ اسی قوت ارادی کے بل پر انہوں نے اپنی زندگی کے آخری سولہ سال گذارے اور شاید آخری دس دن ہی ایسے تھے جب وہ حضور کے دور .... (قدرت ثانیہ) میں بستر پہ لیٹی تھیں۔ لیکن یہ آخری دس دن بھی کیا تھے لگتا ہے کہ صدیوں پر محیط ہوگئے تھے۔ ۲۳ر نومبر کو حضور اور بچوں کے ساتھ احمد نگر اپنے باغ میں پکنک منانے جاتی ہیں۔ مغرب کے قریب واپسی ہوتی ہے۔ رات کے کھانے پر کچھ تکلیف ہوتی ہے لیکن اظہار پھر بھی نہیں کرتیں۔ حضرت صاحب چہرے سے پہچان جاتے ہیں کہ تکلیف ہے۔ آہستہ آہستہ بیماری شدت اختیار کرتی جاتی ہے۔ ڈاکٹر مرزا مبشر احمد صاحب کا علاج فوراً شروع ہوگیا۔ ۲۷ر نومبر جمعہ کے دن طبیعت زیادہ خراب ہو جاتی ہے۔ بلڈ پریشر زیادہ گرتا چلا جاتا ہے۔ دس بجے رات کے قریب سب عزیزوں کو اطلاع ہو جاتی ہے جس جس کو اطلاع ملتی ہے پہنچ جاتا ہے۔ وہ ساری رات سوتے جاگتے میں کٹتی ہے اس کے بعد تو یہ حال رہا کہ

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

جتنے بھی ڈاکٹری، ہومیو پیتھی اور حکمت کے علاج ہیں ہوتے رہے۔ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب، ڈاکٹر مرزا مبشر احمد صاحب اور ڈاکٹر نوری صاحب، ڈاکٹر لطیف قریشی صاحب دن رات وہیں موجود رہتے۔ کراچی، راولپنڈی، لاہور سے بڑے بڑے ڈاکٹر آتے رہے۔

جو دوائی تجویز کی گئی خواہ جرمنی سے آنی ہوتی یا انگلستان سے چوبیس گھنٹے کے اندر پہنچی اور استعمال کروائی گئی۔ پوری جماعت متحرک ہوچکی تھی دوا بھی ہو رہی تھی اور دعا بھی۔ ساری دنیا میں دعاؤں اور صدقات کا سلسلہ جاری تھا۔ عزیز و اقارب ہر وقت موجود رہتے کہ شاید کوئی ضرورت پیش آ جائے۔ پوری جماعت ایک روحانی خاندان ہے۔ اس لئے باہر احباب بھی موجود رہے کہ یہ وقت ان کے آقا پر کڑا آیا تھا۔

حضور مسلسل کئی دن تک نہیں سو سکے۔ کہہ سن کر کچھ دیر کے لئے لٹاتے پھر اُٹھ کھڑے ہوتے۔ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد آتے چہرے پر بازو پر ہاتھ پھیرتے اور السلام علیکم کہتے پھر ایک طرف ہو کر بیٹھ جاتے۔ ہومیوپیتھک دوائی اپنے ہاتھ سے کھلواتے۔ ساتھ ساتھ یہ بھی فرماتے جاتے کہ خدا تعالیٰ کا فرمان ہے کہ مجھ سے آخری وقت تک مایوس نہ ہو۔ اس لئے ہم علاج جاری رکھیں گے۔ بڑے ضبط اور حوصلہ سے کام لیتے لیکن ہر دل رکھنے والا جانتا تھا کہ دل میں تو پتنگے لگے ہیں اور ایسا ہونا قدرتی بات ہے۔ ۴۷ برس کا ساتھ چھوٹ رہا ہے۔ ہمدم و ہمراز جدا ہو رہی ہے

جو تکلیف گُردوں سے شروع ہوتی ہے وہ آہستہ آہستہ جسم کے دوسرے اعضاء کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ پھیپھڑے دل ہر چیز متاثر ہوچکی ہے۔ پھیپھڑوں کی خرابی کی وجہ سے سانس بہت دقّت سے آتی ہے مسلسل تین دن آکسیجن لگی رہی۔ کمزوری کی وجہ سے بولتی نہیں ہیں

لیکن اس عالم میں بھی اپنے فرائض کا احساس ہے۔ وفات سے ۵ دن پہلے اپنی ایک بچی سے پوچھتی ہیں گھر میں جو لوگ آئے ہیں ان کے کھانے کا انتظام ٹھیک ہے۔ اس نازک حالت میں بھی … ی حفاظت کا دھیان ہے۔ وفات سے چار دن پہلے جب حضور اکیلے ہی کمرے میں تھے گھر کی کوئی لڑکی دبے پاؤں کمرے سے ملحقہ گیلری میں سے گزرتی ہے۔ اس کے پاؤں کی چاپ اتنی مدہم ہے کہ خود حضور کو بھی جو جاگ رہے ہیں احساس نہیں ہوتا کہ کوئی آیا ہے آپ فوراً حضور کو توجہ دلاتی ہیں۔

آخر کار ۳ر دسمبر جمعرات کا دن آتا ہے اور وہ لمحہ آپہنچتا ہے جس کے متعلق کبھی سوچا بھی نہ تھا۔ ڈاکٹر ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔ کئی بار سانس بند ہوتی ہے اور ڈاکٹر مصنوعی سانس دلواتے ہیں۔ رات کے ساڑھے آٹھ بجتے ہیں اور آخر وہ گھڑی آپہنچی ہے جو خدا نے مقرر کر رکھی تھی۔ حضرت صاحب انّا للّٰہ پڑھتے ہوئے کمرے سے باہر نکلتے ہیں اور سب عزیزوں کو معلوم ہوتا ہے کہ وہ چیز ہو چکی ہے جو ناممکنات میں نظر آتی تھی ؎

جو حادثہ حضور کو تکلیف دے گیا
میرے لئے بھی باعث کرب و بلا ہوا

حضرت صاحب کا حوصلہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے دوسرے روتے ہیں آپ تسلّی دیتے ہیں۔ ایک بچّے کے منہ سے بے اختیار آواز آتی ہے ہائے امّی حضور فوراً ٹوکتے ہیں۔

"امّی نہیں کہو اللّٰہ"

صاحبزادہ مرزا مبارک احمد کی وفات پر جس حوصلہ اور صبر کا ذکر روایات میں پڑھتے تھے اس قسم کے صبر کا نمونہ دیکھنے کا موقع ملتا ہے۔ مگر کتنا ہی حوصلہ کیوں نہ کریں اور کتنا ہی صبر کیوں نہ کریں آخر انسان ہیں۔ غم کا اثر ہونا ایک قدرتی بات ہے۔ اس قیمتی وجود کی صحت اور عمر اور تندرستی کے لئے خدا کے حضور عاجزانہ دعاؤں کی ضرورت ہے۔ خدا تعالیٰ ہمارے امام کو لمبی عمر اور کامل صحت سے نوازے۔ اپنی جناب سے آپ کے لئے تسکین کے سامان پیدا کرے۔ ہر آن آپ کا محافظ ہو۔ خوشیوں اور کامیابیوں سے بھرپور زندگی آپ کو عطا کرے

زخم محرومی کے بھر جائیں یہ ممکن تو نہیں
پر خدا اُن کو بصد رحمت و برکت رکھے
اب تو ہونٹوں پہ یہ دعا رہتی ہے یہ شام و سحر
میرا مولا میرے آقا کو سلامت رکھے

"اپنی نسلوں میں قرآن کا عشق اس طرح بھر دیں کہ دنیا کی کوئی لذت اور کوئی سرور انہیں اپنی طرف متوجہ نہ کرے وہ ساری توجہ کے ساتھ قرآن کریم کے عاشق ہو جائیں اور ہر خیر اسی سے حاصل کرنے والے ہوں" (حضور ایدہ اللہ تعالیٰ)

حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ نوّر اللہ مرقدہا کے مختصر خاندانی حالات

آپکے بزرگوں کے چند اوصاف و فضائل جنکی نمایاں جھلک آپ میں بھی موجود تھی

(امۃ اللطیف خورشید مدیرہ مصباح)

حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ نوّر اللہ مرقدہا کے لئے ازل سے یہ مقدّر تھا کہ آپ نے قدرت ثانیہ کے تیسرے مظہر حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی رفیقۂ حیات بننا تھا اس لئے مشیت ایزدی نے آپ کو ایک ایسے مقدس و ممتاز گھرانا میں پیدا کیا جو دودھیال اور ننھیال دونوں طرف سے غیر معمولی بزرگی اور تقدیس کا حامل تھا۔

حضرت نواب محمد علی خانصاحب مرحوم

آپ کے والد بزرگوار حضرت نواب محمد علی خانصاحب ریاست مالیر کوٹلہ کے حکمران خاندان سے تعلق رکھتے تھے ظاہری آرام و آسائش اور شان و شوکت کے تمام وسائل مہیا ہونے کے باوجود آپ نے نہایت تقویٰ اور پرہیزگاری میں عمر گزاری شرک و بدعات اور رسوم سے آپ بکلّی مجتنب رہے اور قال اللہ اور قال الرسولؐ پر عمل پیرا ہونے کے لئے ہمیشہ کوشاں رہے۔ اسی کی یہ برکت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپکو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے دست مبارک پر بیعت کرنے اور آپ سے روحانی اور جسمانی تعلق قائم کرنے کی عزت و سعادت عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے الہاماً آپ کو حجۃ اللہ کا لقب دیا۔ حضرت اقدس کو آپ سے جو محبت تھی اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضور نے فرمایا :-

"مَیں آپ سے ایسی محبت رکھتا ہوں جیسا کہ اپنے فرزند عزیز سے محبت ہوتی ہے اور دعا کرتا ہوں کہ اس جہان کے بعد بھی خدا تعالیٰ ہمیں دارالسلام میں آپ کی ملاقات کی خوشی دکھاوے"

حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ حضرت نواب صاحب کے خاندانی حالات کا مختصراً ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"یہ ..... ایک خاندانی رئیس ہیں مورث اعلیٰ .... شیخ صدر جہان ایک باخدا بزرگ تھے جو اصل باشندہ جلال آباد سروانی قوم کے پٹھان تھے ۱۴۶۹ء میں عہد طفولیت بہلول لودھی میں اپنے وطن سے اس ملک

میں آئے شاہ وقت کا ان پر اس قدر
اعتقاد ہو گیا کہ اپنی بیٹی کا نکاح شیخ موصوف
سے کر دیا ..... بہادر خان کی نسل میں سے
یہ جوان صالح خلف رشید نواب غلام محمد
خانصاحب مرحوم ہے ..... خدا تعالیٰ اس
کو ایمانی امور میں بہادر کرے اور اپنے جد
شیخ بزرگوار صدر جہان کے رنگ میں لاوے"

حضور حضرت نواب صاحب کے اوصافِ حمیدہ کا ذکر کرتے
ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ نواب صاحب نے

"ایک شائستگی بخش تعلیم پائی جس کا اثر
ان کے دماغی اور دلی قویٰ پر نمایاں ہے
ان کی خداداد فطرت بہت سلیم اور معتدل
ہے ..... التزام ادائے نماز میں ان کو
خوب اہتمام ہے اور صلحا کی طرح توجہ اور
شوق سے نماز پڑھتے ہیں اور منکرات اور
مکروہات سے بکلی مجتنب ہیں مجھے ایسے
شخص کی خوش قسمتی پر رشک ہے جس کا
ایسا صالح بیٹا ہو کہ باوجود بہم پہنچنے تمام
اسباب اور وسائل غفلت اور عیاشی کے
اپنے عنفوان جوانی میں ایسا پرہیزگار ہو"

حضرت نواب صاحب مرحوم نے ریاست مالیر کوٹلہ کے
محلات میں رہنے کی بجائے قادیان جیسے چھوٹے سے
دور افتادہ گاؤں میں آ کر حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے
قدموں میں بے سرو سامانی کی حالت میں رہائش اختیار
کرنے کو ترجیح دی چنانچہ آپ ہجرت کر کے مالیر کوٹلہ سے
قادیان تشریف لے آئے۔ قادیان میں آپ کن حالات میں
رہائش پذیر ہوئے اس کا اندازہ آپ کے فرزند ارجمند حضرت
نواب محمد عبداللہ خانصاحب مرحوم کے اس بیان سے لگایا
جا سکتا ہے کہ :-

"شروع شروع میں جب والد صاحب
قادیان آئے تو ملازموں کی اور خاص کر
تربیت یافتہ خادمات کی از حد دقت تھی
مالیر کوٹلہ سے یہاں آنا کوئی پسند نہ کرتا تھا
--------------- اس
ضمن میں والد صاحب .... نے بہت تکلیف
برداشت کی۔ والد صاحب جب یہاں
آئے تو آپ کو تقریباً ایک دس بارہ فٹ
مربع کمرہ اور ایک کوٹھڑی شاید ۸×۸
مربع فٹ ملی .... غسلخانہ اور ٹٹی بھی جو
کہ آرام کا موجب ہو سکنے بعد میں بنوانی
پڑی ..... یہ اس رئیس اور ان کی بیگم کی
قادیان میں جائے رہائش تھی جو کہ ایک بڑے
محل کو مالیر کوٹلہ میں چھوڑ کر آئے تھے"

(اصحاب احمد جلد دوازدہم)

آپ کے دوسرے فرزند نواب عبدالرحمٰن خانصاحب مرحوم
بیان کرتے ہیں کہ

"اس مکان کی تنگی کی یہ حالت تھی کہ ایک
کوٹھڑی میں جس میں صرف ایک پلنگ

کی گنجائش تھی حضرت والدصاحب اور
خالہ جان رہتے تھے ہم تینوں بھائی
ساتھ کے کچے کمرے میں رہتے تھے دوسرا
کچا کمرہ حضرت والدصاحب کا دفتر تھا
جب بارش ہوتی تو اس کے گرنے کا
خطرہ ہوتا اس لئے ہمیں حضرت والدصاحب
.... اپنے پاس بلا لیتے اور ساتھ کے
کمرہ میں ہم فرش پر سوتے موسم سرما میں
تو موسم بھر ہم چاروں بہن بھائیوں کو
فرش پر سونا پڑتا کیونکہ سب کے لئے چارپائیاں
کمرہ میں نہ سما سکتی تھیں - بیت الخلاء
مکان سے بالکل باہر تھا - ہمیں یہاں کی
چارپائیاں استعمال کرنی پڑتی تھیں قادیان
سے ضروریات دستیاب نہ ہوتیں حتٰی کہ
جلانے کیلئے ایندھن بھی حضرت والدصاحب
مالیرکوٹلہ سے منگواتے تھے"

حضرت نواب صاحب مرحوم یکم جنوری ۱۸۷۰ء کو پیدا ہوئے
۱۹ر نومبر ۱۸۹۰ء کو بیعت کرنے کا شرف حاصل ہوا اور
۱۰ر فروری ۱۹۴۵ء کو قادیان میں وفات پائی اور مقبرہ بہشتی
قادیان میں حضرت اقدس کے مزار کے قریب آپ مدفون ہیں۔

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نوّر اللہ مرقدہا

حضرت سیدہ منصورہ بیگم کی والدہ ماجدہ یعنی حضرت
نواب محمد علی خانصاحب کی زوجہ محترمہ حضرت نواب مبارکہ
بیگم صاحبہ نوّر اللہ مرقدہا خود سیدنا حضرت مرزا غلام احمد
صاحب بانی سلسلہ احمدیہ کی دختر نیک اختر تھیں - آپ ۲ر مارچ
۱۸۹۷ء کو پیدا ہوئیں - آپکی پیدائش سے قبل اللہ تعالیٰ
نے حضرت اقدس کو بشارت دی کہ تُنَشَّؤُ فِي الحِلْيَةِ
یعنی یہ زیوروں میں نشوونما پائے گی پھر ۱۹۰۱ء میں حضور
کو الہام ہوا " نواب مبارکہ بیگم " (الحکم ۲۴ر نومبر ۱۹۰۱ء)
گویا اللہ تعالیٰ نے یہ بشارت دی کہ ان کی شادی ایک
نواب خاندان میں ہوگی - چنانچہ جب حضرت نواب محمد علی
خانصاحب کی زوجہ محترمہ امۃ الحمید صاحبہ ۲۷ر نومبر ۱۹۰۶ء
کو فوت ہوگئیں تو مشیت ایزدی کے ماتحت ۱۷ر فروری
۱۹۰۸ء کو آپ کا نکاح حضرت نواب صاحب مرحوم سے
ہوا - رخصتانہ کی تقریب حضرت اقدس کے وصال کے بعد
۱۴ر مارچ ۱۹۰۹ء کو منعقد ہوئی یہ تقریب اسلامی شعار کے
عین مطابق اور مروّجہ رسوم کے بجائے انتہائی سادہ طریق سے
انجام پائی - خود حضرت نواب صاحب مرحوم کا بیان ہے کہ

" رخصتانہ نہایت سیدھی سادھی طرز سے
ہوا مبارکہ بیگم صاحبہ کے آنے سے پہلے
حضرت .... (اماں جان) نے مجھ کو
فہرست جہیز بھیج دی اور دو بجے حضرت
.... (اماں جان) مبارکہ بیگم صاحبہ کو اپنے
ساتھ لے کر میرے مکان پر ان سیڑھیوں
کے راستہ سے جو میرے مکان اور حضرت
اقدس کے مکان کو ملحق کرتی تھیں تشریف
لائیں میں چونکہ مسجد میں تھا اس لئے انکو
بہت انتظار کرنا پڑا اور جب بعد نماز میں

آیا تو مجھ کو بلا کر مبارکہ بیگم صاحبہ کو بایں
الفاظ نہایت بھری آواز سے کہا کہ "میں
اپنی یتیم بیٹی کو تمہارے سپرد کرتی ہوں"
اس کے بعد ان کا دل بھر آیا اور فوراً
سلام علیکم کر کے تشریف لے گئیں۔" (اصحاب احمد جلد دوم صفحہ ۲۵۳)

حضرت نواب صاحب نے اپنی اس شادی پر اپنے دلی
تاثرات کو ان الفاظ میں بیان فرمایا۔

"یہ وہ فضل اور احسان اللہ تعالیٰ کا ہے
کہ اگر میں اپنی پیشانی کو شکر کے سجدے
کرتے کرتے گھسا دوں تو بھی خداوند کے
شکر سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا میرے
جیسا نابکار اور اس کے ساتھ یہ نور!۔
یہ خداوند تعالیٰ کا خاص رحم اور فضل ہے
اے خدا اے میرے پیارے مولیٰ!
مجھے داماد بنا
دیا ہے اور اس کے لخت جگر سے میرا
تعلق کیا ہے تو مجھ کو بھی نور بنا دے
تاکہ اس کے قابل ہو سکوں" (الفضل ۱۳ر فروری ۴۵ء)

حضرت نواب صاحب مرحوم اپنی زوجہ مطہرہ حضرت نواب
مبارکہ بیگم صاحبہ کے اوصاف و خصائل کا ذکر کرتے ہوئے
تحریر فرماتے ہیں۔

"حسب کے لحاظ سے مبارکہ بیگم صاحبہ
بیٹی ہیں حضرت اقدس کی۔ ایک معزز قوم
مغل برلاس سے اور پھر اناث
کی جانب سے دو دادیاں حضور ممدوح
کی سیدانی تھیں ..... جو والدہ مبارکہ بیگم
صاحبہ ہیں وہ سیدانی ہیں میر ناصر نواب صاحب
کی بیٹی ہیں جو نبیرۂ خواجہ میر درد ہیں اس
طرح مبارکہ بیگم صاحبہ کا ددھیال اور ننھیال
دونوں آفتاب و ماہتاب ہیں .... پھر
صورت کے لحاظ سے ..... اور روحانی
لحاظ سے بھی حالت معزز ہے اور سیرت
کے لحاظ سے کس باپ کی بیٹی ہیں بس نہایت
پیارا انداز اور عجیب دلکش طبیعت ہے
محبت کرنے والی بیوی ہیں"۔ (اصحاب احمد جلد دوم)

حضرت نواب مبارکہ بیگم نہایت بلند علمی ذوق رکھتی تھیں
اور اعلیٰ پایہ کی شاعرہ بھی تھیں چنانچہ حضرت نواب صاحب
نے بھی تحریر فرمایا:۔

"میں نے ان میں حسنِ سیرت و حسنِ صورت
دونوں کو پایا لیاقت علمی بھی خاصی ہے
الحمدللہ علیٰ ذالک" (اصحاب احمد جلد دوم)

ان کی وفات پر حضرت سیدہ آپا ناصرہ بیگم صاحبہ نے ان کے
اوصافِ حمیدہ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا:۔

"اپنے عظیم الشان باپ کی عاشق زار بیٹی
عظیم بھائی کی دلاری بہن قابلِ احترام شوہر
کی ہمدرد و غمگسار بیوی تھیں۔ بچوں کی
مشفق دعاگو والدہ، اپنے مقدس باپ
کی تقدیس سے بھی وافر حصہ پایا ہمیشہ

(باقی صفحہ ۶۶ پر)

ہمارے سر پہ مہرِ مادری کا سائباں تم تھیں

دیارِ بے کسی میں دردمندوں کی اماں تم تھیں
انیسِ بے کساں تم تھیں، رفیقِ بے دلاں تم تھیں

لرزتی ہے زمیں ہم بیٹیوں، بیٹوں کی ہچکی سے
کہ سکانِ دیارِ مشرق و مغرب کی ماں تم تھیں

بچا کر جو ہمیں گرداب سے ساحل پہ لے آیا
دلوں کی ڈولتی کشتی کا ایسا پاسباں تم تھیں

انوکھے باب تھے جس کے نرالا جسکا پیرایہ
کتابِ معرفت میں ایک ایسی داستاں تم تھیں

ہمارے جوہرِ خودآگہی کو جس نے چمکایا
جلا شمشیرِ جاں کو جس نے بخشی وہ فساں تم تھیں

وطن پر صورتِ حالات کی آتش فشانی میں
ہمارے سر پہ مہرِ مادری کا سائباں تم تھیں

یقینِ فتحِ کامل جس سے ہوتا تھا ہمیں حاصل
خدا کی نصرتوں کا وہ درخشندہ نشاں تم تھیں

مسیحِ عصرِ حاضر کر گئے تفویض جو ہم کو
اسی عشقِ محمدؐ کی امین و پاسباں تم تھیں

رفیقِ جسم و جاں بن کر نبھایا حق رفاقت کا
امیرِ کارواں کی رازدار و ہم زباں تم تھیں

ہماری عافیت پیشِ نظر رہتی تھی روز و شب
بہ ہنگامِ دعا سب کے دلوں کی ترجماں تم تھیں

نگاہِ عارفہ میں آج تک ہے روشنی جس سے
محبت کے فلک پر آفتابِ ضوفشاں تم تھیں

عارفہ حلیم صاحبہ
ایم اے
واہ کینٹ

بقیہ :- مختصر خاندانی حالات صفحہ ۶۴ سے آگے

پاکیزہ اور صاف ستھری بات کرتیں ۔ خود کسی سے کینہ و نفرت نہیں تھی بلکہ ایسی طبیعت رکھنے والوں سے بے زاری کا اظہار کرتیں بے فائدہ گلے شکووں کو سخت ناپسند کرتیں ہر ایک کے لئے ہمدرد دل پایا تھا جو ہر ایک کے دکھ سے بے چین ہو جاتا اور اس کے لئے دعا گو رہتا "

(مصباح دسمبر ۱۹۶۶ء)

مندرجہ بالا سطور سے ظاہر ہے کہ حضرت سیدہ منصورہ بیگم نور اللہ مرقدہا کس عظیم باپ اور کس عظیم ماں کی بیٹی تھیں اپنے بزرگ والدین اور قابل فخر ددھیال ننھیال کی تمام خصوصیات اور اوصاف و خصائل آپ میں بھی نمایاں طور پر نظر آتے تھے ۔

چنانچہ آپ نے بھی اپنی عمر نہایت تقویٰ ۔ پرہیزگاری شریعت کے جملہ احکام کی پابندی اور رسوم و بدعات سے بکلی اجتناب میں گذاری اور اس کی بار بار احمدی خواتین کو بھی نصیحت و تلقین فرمایا کرتی تھیں حقیقت یہ ہے کہ ایک مومنہ اور مسلمہ میں جو جو بھی خصوصیات ہونی چاہئیں آپ ان کا ایک نہایت حسین اور دلربا مرقع تھیں اللہ تعالیٰ آپ کے درجات کو بہت بہت بلند کرے اور ہمیں آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے ۔

— آمین —

بقیہ :- میری بھابی جان صفحہ ۵۳ سے آگے

یہ ہیں میری وہ بھابی سیدہ منصورہ بیگم جن کو خدا تعالیٰ نے موعود نافلہ کے لئے چنا تھا ۔ اور جو حقیقت میں اس مقام کی مستحق تھیں ۔ اللہ تعالیٰ کی بیشمار رحمتیں ہوں ان پر ۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے خاص فضل سے اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب میں، اپنے نانا اور حضرت اماں جان، حضرت مصلح موعود، حضرت نواب مبارکہ بیگم اور حجۃ اللہ حضرت نواب محمد علی خان صاحب کے ساتھ جگہ عطا فرمائے ۔ آمین

ے شوہر کا ہر اک گام پہ یوں ساتھ نبھایا
یوں ساتھ چلی جیسے کسی شخص کا سایہ
وہ قصرِ امامت میں اُجالے کی طرح تھی
تھی چاند مگر چاند کے ہالے کی طرح تھی

ادائیگی زکوٰۃ
اموال کو بڑھاتی اور تزکیۂ
نفس کرتی ہے

خط و کتابت کرتے وقت
ازراہ کرم چٹ نمبر کا
حوالہ ضرور دیں ۔
(شکریہ)

ظاہری و باطنی صفاتِ حسنہ کا درخشندہ نمونہ

(محترمہ فرخندہ اختر شاہ صاحبہ سابق پرنسپل جامعہ نصرت ربوہ)

عجیب سی ہے کچھ فضا ——— نہ جانے دل کو کیا ہوا
سبھی یقین لٹ گئے ——— سبھی گماں گزر گئے

۳ر دسمبر ۱۹۸۱ء کی شب کیسی شب تھی۔ کہ ہماری عظیم و بزرگ خاتون۔ شفقت و محبت کا مجسمہ حرم محترم سیدنا حضرت حافظ مرزا ناصر احمد ایدہ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو حزیں بنا کر مختصر سی علالت کے بعد مولائے حقیقی سے جا ملیں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

آپ کی وفات سے ہم ایک ایسی ہستی سے محروم ہو گئے جو ہمارے لئے مشعلِ راہ تھی اور جس نے تمام زندگی عظیم ذمہ داریاں نبھا کر خواتین کی راہنمائی فرمائی اور عملی طور پر ثابت کر دیا کہ پردہ پوش احمدی خاتون خدمت دین اور جاں نثاری کا درخشندہ نمونہ پیش کر سکتی ہے۔ بیرونی ممالک کے طویل تبلیغی و تربیتی سفر۔ مساجد کے سنگ بنیاد رکھنے کی تاریخی تقاریب۔ احمدی خواتین کی تعلیم و تربیت۔ غرضیکہ ہر موقع پر اسلامی احکامات کی سختی سے پابندی کی۔ آپ ایک مومنہ کی تمام صفات سے متصف تھیں اور آپ کے کام بلاشک تاریخ احمدیت کے صفحات پر ہمیشہ زندہ و تابندہ رہیں گے۔

حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ حضرت اقدس کی پیاری صاحبزادی اور حضرت نواب محمد علی خانصاحب کی جگر گوشہ تھیں۔ آپ نے اس بابرکت ہستی کی گود میں پرورش پائی جن کے متعلق حضرت اقدس کو الہام ہوا

"نواب مبارکہ بیگم"

اور آپ نے اس عظیم المرتبت والد کے سایہ تلے تربیت حاصل کی جنہیں اللہ تعالیٰ نے حجۃ اللہ کے لقب سے نوازا۔ جو رئیس مالیر کوٹلہ تھے اور جن کی حضرت اقدس نے ان الفاظ میں تعریف فرمائی تھی کہ

"مجھے ایسے شخص کی خوش قسمتی پر رشک ہے۔ جنکا ایسا صالح بیٹا ہو۔ کہ باوجود بہم پہنچنے تمام اسباب اور وسائل غفلت اور عیاشی کے اپنے عنفوان جوانی میں ایسا پرہیزگار ہو"

حضرت نواب صاحب مرحوم نے سیدہ مرحومہ کی تعلیم و تربیت کی طرف خاص توجہ دی تھی۔ قدرت اپنے ہاتھوں سے انہیں ایسے سانچے میں ڈھال رہی تھی جو انہیں مستقبل میں اپنے اعلیٰ فرائض انجام دینے میں

ممد و معاون ثابت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ظاہری و باطنی صفات حسنہ سے آراستہ فرمایا۔ نہایت ذہین سلیقہ شعار اور قرآنی تعلیم کا گراں قدر نمونہ تھیں۔ ان نایاب ہستیوں کے زیر تربیت فیضیاب ہونے والا یہ گوہر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کیلئے منتخب ہوا۔

قادیان میں کبھی کبھار حضرت اماں جان کے ہاں سیدہ موصوفہ کو دیکھنے کا موقع ملا۔ خاص طور پر جمعہ کے روز۔ لیکن ۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک کے بعد رتن باغ میں آپ کو قریب سے دیکھا۔ اور آپ کی پُر کشش شخصیت کا مجھ پر بے حد اثر ہوا۔ وہ بہت پُر آشوب زمانہ تھا ہمارا پیارا مرکز ہم سے چھٹ رہا تھا۔ مسلمان ہزاروں نہیں لاکھوں کی تعداد میں پاکستان لٹے پٹے آرہے تھے قادیان سے احمدی ٹرکوں اور بسوں میں پہنچ رہے تھے بہت سے لوگ خاص طور پر احمدی مرد ابھی تک قادیان میں تھے۔ اس لئے ہم سب اکثر وقت تلاوت قرآن کریم اور اجتماعی و انفرادی دعاؤں میں گزارتے۔ مَیں نے حضرت سیدہ مرحومہ کو اکثر عبادت کرتے پایا۔ اپنا زیادہ وقت ذکر الٰہی اور نوافل و نماز پڑھنے میں گذار دیتیں۔ آپکے زہد و تقویٰ کو دیکھ کر مَیں بہت متأثر ہوئی۔ دن رات آپ قرآن کریم پڑھتے ہوئے دکھائی دیتیں۔ نہایت دھیمی آواز میں گفتگو فرماتیں۔ کبھی اونچی آواز میں بولتے نہ سنا۔ جب قادیان سے احمدیوں سے بھرے ہوئے ٹرک اور بسیں رتن باغ کے سامنے آکر کھڑی ہوجاتیں تو انہیں زیر لب دعائیں کرتے ہوئے پایا اور ان کی آنکھیں بھی نمناک دیکھیں لیکن چہرہ مبارک پُر وقار تھا اور کبھی گھبراہٹ اور پریشانی کا اظہار نہ کرتیں۔ بڑے صبر اور حوصلہ سے وہ دن گذارے۔

پاکستان معرضِ وجود میں آگیا اور ہمارا مرکز بھارت میں چلا گیا۔ اس نیلگوں آسمان نے کیا کیا رنگ دکھائے۔ دلوں پر کیا بیتی اور زندگی میں کیسے کیسے انقلاب رونما ہوئے۔ ہم لوگ چنیوٹ اور پھر ربوہ آگئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور حضرت مصلح موعود کی بھرپور کوششوں سے دفاتر۔ سکول اور کالج تعمیر ہوگئے۔ حضرت مصلح موعود کی ذرہ نوازی تھی کہ مجھے بھی خدمت دین کی توفیق ملی۔ حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ جامعہ نصرت کی ڈائریکٹرس تھیں۔ ان کے ماتحت کالج میں کام کرتے ہوئے بہت سے مواقع میسر آئے۔ جن کے دوران حضرت ممدوحہ کو اعلیٰ اخلاق کی مالک۔ بلند پایہ شخصیت۔ پاکیزہ کردار کا مرقع اور نہایت مہمان نواز پایا۔ جب کبھی تعلیم الاسلام کالج میں آپ کی کوٹھی میں ہم لوگ جاتے۔ آپ نہایت خندہ پیشانی سے ملتیں۔ ہلکی مسکراہٹ، نرم اور مسحور کن آواز میں باتیں کرتیں۔ اپنی مفید نصائح سے مستفید فرماتیں ان کے حسنِ سلوک سے ہمارے دل عقیدت اور محبت کے جذبات سے لبریز ہوجاتے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے لاہور کے ایک کالج کی پرنسپل صاحبہ کے ساتھ مَیں آپ کے دولت خانہ پر حاضر ہوئی (یہ ان دنوں کی بات ہے جب حضور ایدہ اللہ تعالیٰ ٹی۔ آئی کالج کے پرنسپل تھے) یہ خاتون آپ سے ملاقات

کی خواہاں تھیں۔ وہ حضور کی صاف گوئی۔ علم اور عظیم شخصیت کی بناء پر بیگم صاحبہ سے ملنا چاہتی تھی۔ شاید وہ خود بھی سینٹ کی ممبر تھی۔ ڈرائینگ روم میں بیٹھے ہوئے اسلامی تاریخ کا ذکر چھڑ گیا۔ مَیں نے سلجوقی خاندان اور ساسانی بادشاہوں کا ذکر کیا۔ آپ نے ان خاندانوں کی نہایت تفصیلی معلومات بہم پہنچائیں اور فرمایا کہ مَیں نے فارسی زبان میں ان کا حال پڑھا ہوا ہے۔ اور جو باتیں آپ لوگ بتا رہے ہیں وہ یورپین مؤرخوں کی من گھڑت ہیں۔ مجھے اسوقت علم ہوا کہ آپ فارسی ادب اور اسلامی تاریخ سے گہری دلچسپی رکھتی ہیں۔ اور آپ کا مطالعہ بہت وسیع ہے

۱۹۶۷ء کا ذکر ہے۔ لاہور کی ڈپٹی ڈائریکٹریس آف ایجوکیشن کے ساتھ آپ سے ملاقات کیلئے حاضر ہوئی۔ آپ نے نہایت تپاک سے شرف ملاقات بخشا۔ مہمان نوازی آپ کا طرّہ امتیاز تھا۔ بہت لذیذ آئس کریم کھلائی۔ جب مَیں نے دریافت کیا کہ ایسی عمدہ آئس کریم آپ کس طرح بناتے ہیں۔ چاکلیٹ مجھے بہت پسند ہے اس کی ترکیب بتائیے۔ بشاش نورانی چہرہ مبارک پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ فرمایا شاگرد بننے کے لئے ضروری ہے کہ یہاں اس مقصد کے لئے آئیں اور چند گھنٹے صرف کریں زبانی کام نہیں چلے گا۔ ڈپٹی ڈائریکٹریس صاحبہ اور انکی دوست اس جواب سے خوب محظوظ ہوئیں۔ پھر آپ ہمیں اپنی سٹڈی میں لے گئیں اور وہاں اپنی پینٹنگ کی بنی ہوئی نہایت خوبصورت تصویریں دکھائیں۔

جامعہ نصرت میں حضرت سیّدہ مرحومہ کی دونوں صاحبزادیوں نے تعلیم حاصل کی۔ نہایت پیارے انداز میں ایک دفعہ فرمایا۔ کالج کی تقریبات سورج غروب ہونے سے پہلے ختم ہو جانی چاہئیں۔ طالبات کا مغرب کے بعد گھر سے باہر رہنا مناسب نہیں۔ عرض کیا کہ شام کا اندھیرا پانچ سوا پانچ سے شروع ہو جاتا ہے۔ اس لئے مجبوری ہے۔ زیر لب مسکرائیں اور فرمایا۔ مغرب کے بعد کا کام ہوسٹل کی لڑکیوں سے کروالیا کرو۔

جب حضور ایدہ اللہ تعالیٰ مسند قیادت جماعت احمدیہ پر متمکن ہوئے تو جامعہ نصرت کے کسی نہ کسی فنکشن میں آپ کمال مہربانی سے ضرور تشریف لاتیں اور اپنے بابرکت وجود سے کالج کی رونق کو دوبالا فرماتیں۔ جب کبھی آپ سے کسی مجلس کی صدارت کیلئے استدعا کی۔ آپ نے طالبات کی درخواست قبول فرمائی۔ ایک سالانہ مشاعرہ میں آپ نے میر مشاعرہ کے فرائض سرانجام دیئے۔ آپ کی نظم صاحبزادی امۃ الشکور صاحبہ نے پڑھی۔ اس کے دو شعر ابھی تک ذہن میں محفوظ ہیں جو مصباحی بہنوں کے لئے درج ذیل ہیں ؎

میری آرزو کا حاصل میری زیست کا سہارا
وہ جو ایک عہد رنگیں تیرے ساتھ ہے گزارا
یہ تجربے مہر ہے دنیا تخریب جسکا شیوہ
یہ دو دلوں کا ملنا کرتی نہیں گوارہ

بہت کم لوگوں کو علم ہوگا۔ کہ آپ ایک بلند پایہ شاعرہ بھی تھیں۔

جامعہ نصرت میں علمی و ادبی مشاغل کے علاوہ طالبات
کے ذوق کے لئے غیر نصابی سرگرمیوں پر توجہ دی جاتی
تھی۔ نومبر کے مہینے میں صنعتی نمائش چھوٹے پیمانے پر
لگائی جاتی جسے مینا بازار کا نام دیا جاتا۔ حضرت سیّدہ بیگم
صاحبہ اکثر اس کا افتتاح فرماتیں تمام سٹال دیکھتیں۔
بچیوں کی حوصلہ افزائی کے لئے انہیں انعام بھی دیا کرتیں
ایک لڑکی نے خوش الحانی سے ترانہ سنایا آپ نے فوراً
اسے نقدی کی صورت میں انعام دیا۔ آپ کی طبیعت
بہت نفاست پسند تھی۔ کالج کی طالبات نہایت صفائی
سے کھانے پینے کی اشیاء تیار کرتیں اور آپ اکثر یہ چیزیں
خرید کرلے جاتیں۔ کبھی کبھار مہنگی چیز خرید کر مجھے دکھاتیں
کہ یہ صرف اس لئے خریدی ہے کہ فروخت کرنے والی
لیکچرر ٹی آئی کالج کے پروفیسر کی بیوی ہے۔ سیّدہ ممدوحہ
نے اس لئے وہ چیز خریدی تاکہ اس کی دلشکنی نہ ہو۔ ایک
دفعہ آپ کے کان کا ٹاپس مختلف کشیدہ کاری اور پینٹنگ
کے سٹال دیکھتے ہوئے گر گیا۔ آپ کے جانے کے بعد
وہ سونے کا ٹاپس مل گیا۔ اسی وقت آپ کی خدمت
میں بھجوایا گیا آپ انتہائی considerate تھیں
فوراً مجھے رقعہ لکھا جس میں میرا شکریہ ادا کیا۔ اور دو دفعہ
جزاک اللہ لکھا۔ میرے دل پر اس کا خاص اثر ہوا
اور مدتوں وہ رقعہ میرے پرس میں پڑا رہا۔

عورتوں کے فیشن آئے دن بدلتے رہتے ہیں
ایک زمانہ تھا کہ نہایت تنگ قمیضوں کا رواج چل پڑا۔
کالج کی طالبات بھی یہ فیشن اپنانے لگیں۔ اگرچہ یونیفارم
سفید تھا۔ لیکن قمیص ایسی تنگ ہوتی گویا جسم کے ساتھ سلی
ہوئی ہے۔ آپ نے چند طالبات کو دیکھ کر فرمایا۔ کہ ان
طالبات کو اچھی طرح ذہن نشین کرادو کہ ان میں اور دوسرے
کالج کی لڑکیوں میں نمایاں فرق ہونا چاہئیے۔ انہوں نے
دین کا سپاہی بننا ہے۔ اور صرف ڈگریاں حاصل کرنا ان کا
مقصد نہیں۔ بلکہ دینی رنگ میں رنگین ہو کر علم حاصل کرنا
ہے۔ پھر آپ نے غیر ملکی احمدی خواتین کا ذکر فرمایا کہ
کہ وہ اسلامی لباس، اسلامی اخلاق حتّٰی کہ برقعہ پہننے کی
گرویدہ ہوتی جارہی ہیں۔ کہیں یہ نہ ہو وہ ایمان واخلاص میں
یہاں کی احمدی لڑکیوں سے آگے بڑھ جائیں۔ یہ سبق آموز
درس سن کر میں نے حضرت سیّدہ بیگم صاحبہ سے درخواست
کی کہ وہ اس دفعہ جامعہ نصرت کے کنونشن کی صدارت
فرمائیں اور اپنی زریں نصائح اور مفید ہدایات سے طالبات
کو نوازیں۔ آپ نے انتہائی شفقت اور مہربانی سے
باوجود غیر معمولی مصروف زندگی کے میری یہ خواہش قبول
فرمائی اور ۱۹۶۹ء میں جامعہ نصرت میں ازراہ نوازش کونووکیشن
میں تشریف لا کر خطبۂ صدارت فرمایا۔ اس کی ایک نقل
جامعہ نصرت میں رکھی گئی۔ (نہایت کوشش کی گئی کہ یہ تقریر
مل جائے لیکن نہ مل سکی)۔ جامعہ نصرت کی خوش قسمتی
ہے کہ اس کی مختصر تاریخ میں عظیم ہستیوں نے طالبات
سے خطاب فرمایا۔ حضرت مصلح موعود، حضرت نواب مبارکہ
بیگم صاحبہ، حضرت سیّدہ منصورہ بیگم حرم حضرت صاحب ایدہ
اللہ تعالیٰ، حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ، حضور ایدہ اللہ
تعالیٰ، صاحبزادی امۃ القیوم صاحبہ بیگم صاحبزادہ ایم۔ایم احمد صاحب

کے نام اس تعلیمی ادارہ کی تاریخ کو درخشندہ رکھیں گے حضرت مصلح موعود اس کے بانی تھے اور اس کی آبیاری حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ مدظلہا العالی نے سنہ ۱۹۷۲ء تک فرمائی اور آپ کے زیر سایہ یہ کالج ترقی کی منزل پر رواں دواں رہا۔ یہاں تک کہ nationalize ہوگیا۔

آپ کے مثالی کردار کا کرشمہ ہے کہ مشرق و مغرب کی خواتین آپ پر جان چھڑکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا کتنا فضل ہے کہ آپ کو عالمگیر سطح پر دینی خدمت بجا لانے کی سعادت ملی۔ جب امریکن احمدی مستورات و نمائندگان سیاہ برقعہ میں ملبوس جلسہ سالانہ پر تشریف لاتی ہیں تو عقل حیران رہ جاتی ہے کہ کس طرح آپ کی ذات سے قرانی تعلیم کو ان ممالک کی خواتین نے اپنا لیا ہے۔ جہاں sleeveless تیراکی لباس پہن کر ساحل سمندر پر لیٹے رہنا عام بات ہے۔ ۲۷ر دسمبر سنہ ۱۹۸۱ء کو جب حضور ایدہ اللہ تعالیٰ زنانہ جلسہ گاہ تشریف لائے اور فرمایا کہ آج میں اکیلا ہی آیا ہوں۔ تو وہ منظر میری آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے جب یہ الفاظ سنتے ہی غیر ملکی احمدی خواتین کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور دو بہنوں نے تو سسکیاں لے کر رونا شروع کر دیا۔ آنسوؤں کی لڑیاں ان کے رخساروں پر بہتی رہیں۔

جس طرح بیرونی ممالک کی لجنات نے آپ کے بابرکت وجود کو خراج عقیدت پیش کیا۔ اس سے آپکے اخلاقِ حسنہ۔ آپ کی محبت بھری صحبت۔ آپکی دینی و دنیوی امور میں اعلیٰ درجہ کی فراست اور ہر ایک کیلئے بے لوث پیار کا اظہار ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مولا کریم سیّدہ مرحومہ کو اپنے فضل اور رحم کے ساتھ اعلیٰ علییّن میں مقام عطا فرمائے۔ اپنے قرب خاص سے نوازے اور ہر آن آپ کے درجات بلند سے بلند تر فرماتا چلا جائے۔

(آمین)

مصباح کی قلمی معاونت کرنا
تعلیم یافتہ احمدی بہنوں کا
فرض ہے۔

حضرت سیّدہ منصورہ بیگم نور اللہ مرقدہا کو غانا کی احمدی خواتین کا خراجِ عقیدت

اسلام نے عورتوں کو جو بلند مقام عطا کیا ہے ہم نے آپکی ذات والا صفات میں اسکا بھرپور مشاہدہ کیا

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی حرم محترم، حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ نور اللہ مرقدہا کی وفات پر صدر صاحبہ لجنہ اماء اللہ غانا (مغربی افریقہ) نے حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے نام اپنے ایک تفصیلی مکتوب میں غانا کی لاکھوں احمدی خواتین کی طرف سے پاکستانی احمدی بہنوں کیساتھ دلی افسوس اور تعزیت کا اظہار کیا ہے۔ انہوں نے حضرت سیدہ نور اللہ مرقدہا کے اخلاقِ عالیہ اور اوصافِ حمیدہ کا مؤثر انداز میں ذکر کرکے آپکی خدمت میں والہانہ انداز میں خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ لجنہ اماء اللہ غانا کی صدر صاحبہ موصوفہ کے مکتوب کا اردو مفہوم ذیل میں شائع کیا جاتا ہے۔ (ادارہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لجنہ اماء اللہ (احمدیہ مسلم ویمنز ایسوسی ایشن)

انٹرنیشنل ہیڈ کوارٹر:- ربوہ، پاکستان پی او بکس ۲۳۲۷

اکرا - غانا - ۲۲ دسمبر ۱۹۸۱ء

پیاری دینی بہنو!

غانا میں رہنے والی آپ سب کی لاکھوں بہنوں کی طرف سے میں بصمیم قلب آپ کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، کہتی ہوں۔

گذشتہ سال جب ہمارے محبوب روحانی آقا ہمارے درمیان تشریف لائے اور حضور نے ہمارے ملک کی سرزمین کو اپنے قدومِ میمنت لزوم سے برکت بخشی تو اُس وقت ہماری روحانی ماں (حضرت بیگم صاحبہ) بھی حضور کے ہمراہ تھیں غانا مشن نے ایک نئے دور کا آغاز کرنے والے اس تاریخی دورہ کی جو دلکش و متحرک (۱۶ mm) فلم بنائی ہے آپ میں سے ہر بہن اس میں آج بھی میری مادرِ مہربان کی زیارت کر سکتی ہے اور دیکھ سکتی ہے کہ آپ اکرا کے فضائی مستقر پر ہوائی جہاز سے اتر رہی ہیں، بچوں کے سروں پر دستِ شفقت پھیر رہی ہیں، مسکرا مسکرا کر اپنی روحانی بیٹیوں سے مل رہی ہیں اور انہیں اپنے جذبات واحساسات اسلام کے بارہ میں اپنے پُر معارف خیالات اور احمدیت کے ذریعہ حاصل ہونے والی برکات سے نیز احمدی خواتین کے بلند مقام سے متعلق اپنے زریں ارشادات سے نواز

رہی ہیں ۔ اس دورہ میں خاص طور پر یہ نصیحت تو آپ نے بار بار فرمائی کہ " اپنے بچوں کی کما حقہٗ نگہداشت کرو اور (دین ۔ ناقل) کی روایات اور اقدار کے عین مطابق ان کی تربیت کا فریضہ بجا لاؤ ۔

آپ تصنع سے پاک اور سادہ و بے تکلف واقع ہوئی تھیں ۔ آپ نہ صرف خود دوسروں سے محبت اور شفقت سے پیش آتیں بلکہ ان میں دلی لگاؤ اور محبت کا جذبہ ابھار کر انہیں بھی محبت اور شفقت کرنے والا بنا چھوڑتی تھیں ۔ آپ کی مسکراہٹ اس درجہ سحر انگیز ہوتی کہ دوسری خواتین بھی مسکرائے بغیر نہ رہتیں اور زبان مبارک سے ادا ہونے والے الفاظ کانوں میں پڑنے کی دیر ہوتی کہ سکینت رگ و ریشہ میں سرایت کر جاتی اور یوں محسوس ہوتا کہ ہم ایک نئی زندگی سے ہمکنار ہو رہی ہیں ۔

آپ عجز و انکسار کا مجسمہ تھیں ، ہم سب کے لئے مادرِ مہربان کا درجہ رکھتی تھیں ۔ ہمارے روحانی آقا کی حرم محترم تھیں اور اس پر مستزاد یہ کہ جماعت کے طبقۂ خواتین اور حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے ..... (جانشین) کے مابین رابطہ کا نہایت مستحکم و مؤثر ذریعہ تھیں ۔

آپ کے دورۂ غانا کے موقع پر ہم نے یہ بات خاص طور پر نوٹ کی کہ ہماری پیاری روحانی ماں جہاں کہیں بھی حضور کے ہمراہ تشریف لے جاتیں ہمارے مقدس مآب روحانی آقا کار میں یا کسی اجتماع میں، بہر صورت اس وقت تک تشریف فرما نہیں ہوتے تھے جب تک آپ یہ اطمینان نہ فرما لیتے کہ ہماری روحانی ماں اپنی نشست پر تشریف فرما ہو چکی ہیں ۔

اسلام نے عورتوں کو جو بلند مقام عطا کیا ہے ہم نے آپ کی ذات میں اُس کا بھرپور مشاہدہ کیا ۔

جب ہم آج سے ایک سال قبل خود اپنے ملک میں آپ کی ملاقات سے مشرف ہوئی تھیں تو ہمیں کیا معلوم تھا کہ ہمیں احمدیت کی اس نامور و ممتاز دختر کی آخری بار زیارت نصیب ہو رہی ہے ۔

....

آپ کہیں گی میری روحانی ماں اب اس دنیا میں نہیں ہے مَیں بھی کہتی ہوں کہ ہاں یہ درست ہے ۔ لیکن مَیں یہ بھی بتا دینا چاہتی ہوں کہ بلا شبہ اپنی ماں کی یاد میرے دل میں ہمیشہ زندہ اور تر و تازہ رہے گی ۔

سب سے بڑا خراجِ عقیدت جو ہم آپ کی خدمت میں پیش کر سکتی ہیں یہ ہے کہ آپ کی نصائح پر اسی طرح عمل پیرا ہوں جس طرح آپ خود ان پر پوری طرح عامل تھیں اور ہمارے محبوب امام ایدہ اللہ نے اپنے عہد مبارک میں ....(دین) کے استحکام اور (وقتِ مقدر پر) کامل غلبہ کی جو بابرکت تحریکیں جاری فرمائی ہیں ہم اپنے دل کی تمام گہرائیوں اور روح کی تمام پہنائیوں اور اپنی تمام تر قوتوں اور استعدادوں کے ساتھ انہیں کامیاب بنانے میں اسی طرح کوشاں ہوں جس طرح آپ (حضرت بیگم صاحبہ) تاحیات کوشاں رہیں ۔ ہم غانا کی احمدی بہنوں کا یہ عزم ہمارے لئے ایک پختہ عہد کی حیثیت رکھتا ہے ۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا کرے کہ اس فرض کو جو اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین یعنی اسلام، اور بنی نوع انسان

(باقی صفحہ پر)

حضرت سیدہ منصورہ بیگم نوراللہ مرقدہا کے اوصافِ حمیدہ کا ایمان افروز تذکرہ

امریکی نژاد دو۲ احمدی خواتین کے تاثرات

امریکہ کی دو احمدی خواتین کے جذباتِ محبت وعقیدت کا اردو مفہوم ذیل میں شائع کیا جارہا ہے۔ ان میں سے محترمہ نصرت جہاں بشیر صاحبہ نیشنل سیکرٹری تعلیم وتربیت لجنہ اماءاللہ امریکہ کے جذباتِ غم اس لحاظ سے خاص اہمیت کے حامل ہیں کہ انہوں نے حضرت بیگم صاحبہ نوراللہ مرقدہا کو مخاطب کرکے اپنے احساس محرومی کا بہت ہی پُراثر انداز میں اظہار کیا ہے۔

محترمہ نور الیف جواد صاحبہ نیشنل وائس پریذیڈنٹ لجنہ اماءاللہ امریکہ کا مکتوب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجھے بہت سے مواقع پر حضرت بیگم صاحبہ سے ملنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اوّل تو یہ مواقع مجھے ربوہ میں جلسہ سالانہ کے دوران میسّر آئے اور دوسرے ریاستہائے متحدہ امریکہ کے دو۲ دوروں کے وقت میں ان مواقع سے بہرہ ور ہوئی جو آپ نے ۱۹۶۷ء اور ۱۹۸۰ء میں ہمارے تقدس مآب حضرت صاحب کی معیت میں فرمائے ہر مرتبہ جب بھی مجھے آپ کو دیکھنے اور آپ سے ملنے کا موقع ملا میں آپ کے رکھ رکھاؤ اور برتاؤ کے تصنع سے پاک، سادہ اور بے تکلف انداز سے ازحد متاثر ہوئی آپ کے اس وصف نے ہر مرتبہ ہی مجھے اور زیادہ محبت اور پیار سے اپنی طرف کھینچا۔ آپ کے گرد ہمیشہ ایک ایسی دلکش فضا چھائی رہتی جو ہر دیکھنے والے کو مسحور کردیتی ہر کوئی آپ کے وجود سے پھوٹنے والی گرمجوشی اور محبت کو محسوس کئے بغیر نہ رہتی۔

آنے والی مہمان اور دیگر عقیدتمند خواتین کو خوش آمدید کہتے وقت نیز خواتین کے ساتھ ملاقاتوں کے طویل سلسلوں کے دوران آپ کی مسحورکن خوش خلقی اور پُروقار دلکشی میں ذرا بھی فرق نہ آتا۔ آپ اپنے مہمانوں کی خبرگیری اور ان کے آرام وآسائش کے لئے ہردم فکرمند اور مستعد رہتیں۔ ۱۹۸۰ء کی بات ہے کہ ربوہ میں بیرونی ملکوں کی نمائندہ خواتین کی الوداعی چائے پارٹی کے اختتام سے قبل آپ نے اپنے ارادہ سے کسی کو آگاہ کئے بغیر اچانک حضور کو بلا بھیجا۔ ہمارے دلوں میں اپنے

امام کی جو محبت جاں گزیں ہے اور جس کے زیر اثر ہم حضور سے ملنے اور باتیں کرنے کے زیادہ سے زیادہ مواقع میسّر آنے کی ہمیشہ ہی متمنی رہتی ہیں۔ حضرت بیگم صاحبہ نے ہمارے اس جذبہ کا خصوصی طور پر احترام کرتے ہوئے از خود ہی ہم پر یہ کرم فرمایا کہ ازراہ تلطف حضور کو بُلا بھیجا۔ اگرچہ ایسے مواقع پر ہماری توجہ کا مرکز حضور ہی کی ذات ہوتی تھی لیکن ہماری اس توجہ میں حضرت بیگم صاحبہ بھی لازمی طور پر شامل ہوتیں۔ اسی لئے ایسے مواقع پر ہم میں سے ہر کوئی آپ کی بھی موجودگی کے احساس سے مالا مال رہتی۔ آپ کی موجودگی کے احساس سے عاری ہونا ہم میں سے کسی کے لئے بھی ممکن نہ تھا۔ کیونکہ جہاں بھی حضور ہوتے حضور کے ساتھ آپ کی موجودگی کے احساس کا بیدار رہنا ایک قدرتی امر تھا۔ آپ حضور کی خبرگیری اور حضور کی چھوٹی سے چھوٹی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ہمیشہ مستعد رہتیں۔ جب حضور لجنہ سے خطاب فرما رہے ہوتے تو جب بھی مسلسل بولنے کی وجہ سے حضور کی آواز متاثر ہوتی نظر آتی یا گلے میں خشکی کا احساس ہوتا تو آپ بلا توقف پیالی میں گرم قہوہ انڈیل کر حضور کی خدمت میں پیش کر دیتیں۔ آپ قرآن مجید کی آیت

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ

کی جیتی جاگتی تصویر اور مجسم نمونہ تھیں۔

آپ کی محبت، خبرگیری کی فکر اور سایہ کی طرح حضور کے ساتھ آپ کی موجودگی سے ہم میں سے ہر کسی کو یہی احساس ہوتا تھا کہ آپ بذات خود اپنے مقدس خاوند کے لئے ایک حفاظتی سایہ کی طرح ہیں۔

اپنی پیاری بیگم سے ملاقات کے ہر موقع کے بعد مَیں یہ خواہش اور تمنّا لئے واپس لوٹتی تھی کہ اے کاش آپ کی بلندی کرداری کی نقل کر کے مَیں بھی آپ جیسی ہی بن جاؤں۔

جوں جوں وقت گذرتا جائے گا ہمیں آپ کی کمی محسوس ہوتی اور آپ کی یاد آتی چلی جائے گی یوں لگتا ہے کہ ایک فرشتہ تھا جو اپنے خالق و مالک کے حضور واپس چلا گیا۔ اور وہ اپنے پیچھے ایک خلاء چھوڑ گیا ہے۔

ہم ہمیشہ آپ کو یاد کرتی اور آپ کے لئے دعائیں کرتی رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی رضا کی جنتوں میں سے ہر جنت عطا کرے آمین

(نور الیف جواد نیشنل وائس پریذیڈنٹ لجنہ اماء اللہ امریکہ)

محترمہ نصرت جہاں بشیر صاحبہ نیشنل سیکرٹری تعلیم و تربیت کا مکتوب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیگم صاحبہ!

مجھے وہ وقت اور سماں خوب یاد ہے جب مَیں نے پہلی بار آپ کو دیکھا۔ یہ بات ہے ۱۹۷۶ء کی۔ آپ ڈیٹن کے فضائی مستقر کے ہال میں چلتی ہوئی ہماری طرف آ رہی تھیں ہم سب ایک قطار میں کھڑی آپ کی تشریف آوری کی

منتظر تھیں۔ دل ہمارے دھڑک رہے تھے اور آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ بچے چھوٹے چھوٹے جھنڈے ہاتھوں میں اٹھائے ہلا رہے تھے۔ سب ہی اپنی اپنی جگہ بیتاب تھے کہ حضور اور حضور کی حرم محترم (حضرت بیگم صاحبہ) کی ایک جھلک نظر آ جائے۔ اُس مبارک اور تاریخی دن نے جس کے انتظار میں ہم عرصۂ دراز سے دعائیں کر رہے تھے ہمارے خواب کو حقیقت میں تبدیل کر دکھایا تھا۔

اب جبکہ مَیں گزرے ہوئے وقت کو ذہن میں لاکر یہ کوشش کرتی ہوں کہ مَیں آپ کی شخصیت، آپ کے پرکشش چہرۂ مبارک، آپ کی ہلکی مسکراہٹ اور گرمجوشی کے ساتھ مصافحہ کے اس انداز سے جو اجنبی زبان کی تمام رکاوٹوں سے ماوراء تھا، اور زیادہ اپنائیت کے رنگ میں شناسائی حاصل کروں تو مجھے احساس ہوتا ہے کہ مَیں نے خدا تعالیٰ کے فضل سے جس سے اُسنے ہمیں نوازا تھا کس قدر بے اعتنائی برتی، کس قدر کم مَیں نے آپ کی طرف دیکھنے کی جرأت کی، کس درجہ میری کم آمیزی مجھے آپ کے اور زیادہ قریب آنے اور واقفیت پیدا کرنے سے باز رکھنے کا موجب بنی۔ مجھے احساس ہوتا ہے کہ کیوں نہ مَیں نے آپ کے حُلیہ، رکھ رکھاؤ اور برتاؤ اور آپ کی ایک ایک حرکت و سکون کا بغور مطالعہ کیا تاکہ میرے قلب و ذہن پر ان کا نقش پوری طرح مرتسم ہو جاتا۔

آپ کے بعض اوصافِ حمیدہ از حد نمایاں و ممتاز تھے۔ خاص طور پر آپ کے عجز و انکسار کی شان ہی اَور تھی۔ سب سے زیادہ مجھ پر آپ کی اس خوبی نے ہی اثر کیا اور آپ کی یہ خوبی ہی رہ رہ کر مجھے سب سے زیادہ یاد آتی ہے۔ آپ کے اعزاز میں دی جانے والی دعوتوں میں سے ایک دعوت کو تو مَیں فراموش کر ہی نہیں سکتی۔ آپ کے لئے چینی کے بہت نفیس برتنوں کا اہتمام کیا گیا تھا جبکہ ہمارے لئے کاغذ کی طشتریاں مہیا کی گئی تھیں آپ نے یہ کہہ کر ماحضر تناول فرمانے سے انکار کیا کہ آپ کے لئے بھی کاغذ کی طشتری لائی جائے یا پھر سب کیلئے ہی چینی کے برتن مہیا کئے جائیں پھر آپ کے لئے دوسروں نے کھانا لاکر آپ کی خدمت میں پیش کرنا تھا اور ہم نے یہ ذمہ داری قبول کی تھی کہ ہم اپنی میزبانی خود کریں گی اور اپنا اپنا کھانا مقررہ جگہ سے آپ اٹھا کر لائیں گی۔ آپ نے باصرار فرمایا کہ سب بہنوں کو آپ کے ساتھ ہی آپ ہی کی طرح کھانا پیش کرنے کا اہتمام کیا جائے اور کوئی بہن اپنی میزبانی کے فرائض خود نہ ادا کرے۔ مجھے یاد ہے کہ اس سے متأثر ہو کر مَیں نے اپنے اندر آپ کے ساتھ تعلق اور لگاؤ کی ایک خاص کیفیت محسوس کی۔ گویا آپ کی نگاہ میں ہم سب اعزاز کی مستحق تھیں۔ اس ایک بات سے ہی آپ کی محبت میرے دل میں گھر کر گئی۔

مجھے یاد ہے کہ جب حضور کمرے میں تشریف لاتے تھے تو آپ حضور کے ساتھ جانے کیلئے اپنی نشست سے فوراً اُٹھ کھڑی ہوتی تھیں۔ قبل اس کے کہ ہم میں سے کوئی حضور کو آتے دیکھتا مَیں نے یہی محسوس کیا کہ گویا، آپ کو پہلے ہی معلوم

ہوجاتا کہ حضور تشریف لا رہے ہیں اور آپ پہلے ہی سے اُٹھ کھڑے ہونے کیلئے تیار ہو جاتیں اور مجھے یہ بھی یاد ہے کہ آپ اپنی تقریر میں اس بات پر کس قدر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتی تھیں کہ آپ کو .... (امام جماعت احمدیہ کی خدمت کرنے کی توفیق مل رہی ہے - مَیں اس بات پر بہت حیران ہوتی تھی - .... (قدرت ثانیہ) کے رفیع الشان مقام کے احترام میں آپ نے کبھی کمی نہ آنے دی حتّٰی کہ شادی کی بے تکلفی کو بھی آپ نے اس پر اثر انداز نہ ہونے دیا۔

یہ ان سچی کہانیوں میں سے چند ایک ہیں جنہیں سُن سُن کر میرے بچے پروان چڑھیں گے اور آگے وہ یہ کہانیاں اپنے بچوں کو سنائیں گے - لیکن مَیں سمجھتی ہوں کہ مَیں ان کے ساتھ انصاف نہیں کر سکی اور ایک لحاظ سے انہیں اندھیرے میں رکھنے کا موجب بنی ہوں -

مجھے ایک نقصان کا بہت احساس ہے - یہ ایسا نقصان ہے جو آپ کی جدائی کے صدمہ کو برداشت کرنے سے بھی زیادہ بوجھل اور وزنی ہے - یہ وہ نقصان ہے جسے مَیں آپ سے حقیقی طور پر شناسا نہ ہو سکنے، آپ کی بنفس نفیس موجودگی کی قدر و قیمت کا اندازہ نہ کر سکنے اور خود آپ کی حیات میں آپ کے گراں قدر نمونہ اور اسوہ سے پورے طور پر مستفیض نہ ہو سکنے کی وجہ سے اب بشدت محسوس کر رہی ہوں - بلاشبہ یہ وہ نقصان ہے کہ جسے میں اس بناء پر محسوس کر رہی ہوں کہ جب آپ ہمارے درمیان موجود تھیں تو مَیں کیوں نہ مشاہدہ اور ذاتی رابطہ کے رنگ میں آپ کی ذاتِ والا صفات سے بھرپور استفاضہ کر سکی - اور کیوں مَیں اور زیادہ عمیق محبت اور قریبی تعلق سے محروم رہی اس کی حسرت مجھے بے چین کئے دے رہی ہے - مَیں نقصان میں ہوں، بہت بھاری نقصان میں - تاہم آپکی محبت نے جس لطیف انداز میں میرے دل کے تاروں کو چھیڑا ہے اس کی بدولت آپ ہمیشہ میرے دل میں مکین رہیں گی -

بیگم صاحبہ! اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین جزاء اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے -

نصرت جہاں بشیر
نیشنل سیکرٹری تعلیم و تربیت
لجنہ اماء اللہ امریکہ

بقیہ:- صدر لجنہ اماء اللہ غانا کا خراج عقیدت

کی خدمت کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہم پر عائد ہوتا ہے ہم پورے طور پر ادا کرنے والی ہوں - آمین -

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

صدر
لجنہ اماء اللہ غانا

ظاہری اور باطنی حسن سے مزیّن وجود

محترمہ امۃ العزیز ادریس بنت ڈاکٹر حافظ بدرالدین احمد صاحب مرحوم

سنہ ۱۹۶۳ء میں ملائشیا میں ایک لمبا عرصہ گزارنے کے بعد جب مَیں پاکستان آئی تو حضرت بیگم صاحبہ سے میری ملاقات ان کی صاحبزادی امۃ الحلیم بیگم صاحبہ کی شادی پر ہوئی۔ اس سے قبل قادیان میں انہیں دور دور سے ہی دیکھا تھا لیکن ان سے گفتگو کا شرف حاصل نہیں ہوا تھا۔ پہلی ملاقات میں ہی آپ کی پروقار شخصیت اپنے رکھ رکھاؤ کے باوجود نہایت ہی ہمدرد اور مشفق نظر آئی اس کے بعد تو اکثر آپ سے ملاقات کی سعادت نصیب ہوتی رہی۔ ہر ملاقات کے بعد ان کے حسنِ سیرت اور حسنِ صورت کا خمار سا دل پہ چھایا رہتا۔ انہی دنوں میرے بڑے بیٹے کی ولادت کے دن قریب تھے۔ جو چار بیٹیوں کے بعد میرا پہلا بیٹا تھا۔ مَیں فیصل آباد کے مشن ہسپتال میں چیک اپ کروانے اور داخلہ کے لئے گئی وہ دن مجھے آج بھی یاد ہے۔ سخت گرمی اور گرم لُو کے تھپیڑے اور مَیں اس گرمی سے نڈھال ایک اجنبی شہر میں پریشان سی ہسپتال میں کھڑی تھی کہ اچانک مجھے وہاں بیگم صاحبہ کی شفیق ہستی دکھائی دی۔ کمال شفقت سے مجھے بلا کر پوچھا کہ "تم اس حال میں اتنی گرمی میں یہاں کیا کر رہی ہو" مَیں نے انہیں حال بتایا تو فرمانے لگیں کہ "تم فوراً واپس ربوہ جاؤ مَیں خود تمہارے لئے انتظام کروں گی۔ زینب نرس (جو ان دنوں حیات تھیں اللہ ان کے درجات بلند فرمائے) بہت قابل اور تجربہ کار ہیں مَیں انہیں تمہارے گھر بھجواؤں گی۔ تم بالکل فکر نہ کرو" پھر خود ہی فرمانے لگیں کہ "اس شدید گرمی میں سفر کرنا ٹھیک نہیں۔ میں بیگم محسن کو فون کرتی ہوں (ان کی کوٹھی ہسپتال سے زیادہ دور نہ تھی) وہ تمہارے لئے دوپہر گذارنے کا انتظام کریں گی۔ میرا ڈرائیور تمہیں وہاں چھوڑ آئے گا شام کو واپس ربوہ لیتا جائے گا۔"

قارئین! میری اس وقت کی حالت کا اندازہ کر کے سوچ سکتی ہیں کہ آپ کے اس ہمدردانہ اور مشفقانہ سلوک نے میرے دل میں آپ کا کیا مقام پیدا کیا ہوگا۔ چنانچہ بیگم محسن (جو اب وفات پا چکی ہیں۔ بہت ہی نیک اور خدا ترس خاتون تھیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اعلیٰ مقامات عطا فرمائے) کے گھر ٹھنڈے کمرے میں دوپہر گذاری اور شام کو جب گرمی کی تمازت میں کمی ہوئی تو ڈرائیور مجھے ربوہ چھوڑ گیا۔ ایک دفعہ پھر کسی نجی پریشانی کی وجہ سے صبح

کے وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ۔ اُن دنوں حضور مسند..... (قیادت جماعت احمدیہ) پر متمکن ہو چکے تھے ۔ بیگم صاحبہ نے نہایت شفقت سے اپنے ساتھ ہی ناشتہ کی میز پر بٹھا لیا اور اپنے ہاتھ سے ڈبل روٹی کے ٹوسٹ پر اُبلے ہوئے انڈے کے سلائس لگا کر دیئے خود ہی چائے کی پیالی بنا کر دی اور بڑی ہمدردی سے فرمایا کہ "تم اتنی صبح آئی ہو مجھے پتہ ہے پریشانی میں ناشتہ بھی نہیں کر کے آئی ہوگی ۔ چائے پی لو پھر مجھے ساری بات بتاؤ ۔" اللہ اللہ کتنی شفیق تھی وہ ہستی جو اتنا بلند مقام رکھنے کے باوجود اپنے خادموں سے کتنا پیار کا سلوک فرماتی تھیں ۔

ایک دفعہ ایک اور ابتلا کا کڑا وقت مجھ پر آیا جس میں پریشانی کا یہ عالم تھا کہ نہ گھر میں چین تھا نہ باہر ۔ اس وقت بھی مَیں اپنے سب بچوں کو ساتھ لے کر بیگم صاحبہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور سب حالات بتا کر دعا کی درخواست کی اور حضور کی خدمت میں بھی خاص دعا کی درخواست کرنے کو کہا ۔ ہماری حالت دیکھ کر بیگم صاحبہ کے ہمدرد دل کی کیفیت ان کے چہرے سے عیاں تھی اور لگتا تھا کہ ہماری تکلیف کو پوری طرح محسوس فرما رہی ہیں ۔ اس کے بعد میں پھر حاضر ہوئی تو فرمایا کہ "مَیں نے حضور کی خدمت میں خاص دعا کے لئے کہہ دیا تھا اور تمہاری تکلیف مَیں نے حضور کے سامنے بیان کر دی ہے ۔" بالآخر اللہ تعالیٰ نے حضور اور بیگم صاحبہ کی دعاؤں کے طفیل میری وہ تکلیف دُور فرمائی ۔

ایک بات ان سے ہر ملاقات میں یہ مشاہدہ میں آئی کہ باوجود اپنی گراں قدر مصروفیات کے وہ ہمیشہ ہمارے ساتھ بیٹھی رہتیں اور کبھی از خود پہلے نہ اٹھتیں ۔ یہاں تک کہ ہم خود ہی ان کے قیمتی وقت کا خیال رکھتے ہوئے اٹھتے ۔ ان کا یہ خُلق مجھے ہمیشہ ہی حیران کرتا کہ اتنے بلند مقام والی ہیں اور اس پر طرّہ یہ کہ مصروفیات اس قدر ہیں جیسے کہ خود بتایا کرتی تھیں کہ "صبح سے جو کام شروع کرتی ہوں تو ایک منٹ کی بھی فرصت نہیں ملتی ۔ لوگ تو یہ سمجھتے ہوں گے کہ آرام سے لیٹی رہتی ہوں گی لیکن انہیں کیا معلوم کہ صبح سے رات تک مَیں تھک کر چور ہو جاتی ہوں" لیکن اتنی بھاری مصروفیت کے باوجود بھی ملنے والے کو یہ احساس نہ ہونے دیتیں کہ میرے پاس وقت نہیں ہے ۔

بیگم صاحبہ کے ارشاد پر جمعرات والے دن حضور سے عورتوں کی ملاقات کے وقت مَیں حاضر ہو جاتی اور ملاقات کے لئے خواتین کو لے کر جاتی ۔ جب حضور واپس اندر تشریف لے جاتے تو بعد میں سب عورتوں سے مصافحہ فرماتیں ۔ ہر کسی کی بات سنتیں ۔ پھر حضور کی خدمت میں دعا کے لئے کہنے کا وعدہ فرماتیں ۔ کوئی اپنے لئے یا اپنے کسی عزیز کے لئے کوئی نسخہ پوچھتی تو اسے ہومیوپیتھک یا دیسی دواؤں کا نسخہ بتاتیں ۔ کوئی اپنے بچوں کے رشتوں کے لئے فکرمندی کا اظہار کرتی تو اس کا خیال رکھنے کا کہتیں ۔ غرض سب کی سنتیں اور ان کے لئے دعائیں فرماتیں ۔ ہر کوئی آپ کی دلنشیں باتوں کی مٹھاس اور ہمدرد طبیعت کا جاذ[illegible] میر

مطمئن اور خوش خوش واپس جاتی ۔

کئی دفعہ ٹافیوں کے لفافے لاتیں اور سب بچوں میں تقسیم فرماتیں ۔ خواتین بھی انہیں والہانہ چاہتیں شوقِ ملاقات لئے اس طرح آگے بڑھتیں جیسے پروانے شمع پر گرتے ہیں ۔ مَیں نے یہ نظارہ ہر ملاقات پر اکثر دیکھا ۔ ان کی کمزور صحت کی وجہ سے حضور کو بھی ان کا بہت خیال رہتا ۔ ایک دفعہ ملاقات کے بعد جب حضور واپس تشریف لے جانے لگے تو چونکہ عورتیں بہت زیادہ تھیں اور مصافحہ کی سعادت حاصل کرنے کیلئے ایکدوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش میں تھیں ۔ حضور نے مجھے فرمایا کہ "منصورہ بیگم کے پاس رہو اور ان کا خیال رکھو"

میری چھوٹی بیٹی گود میں دس بارہ دن کی بچی لئے شادی کے دس ماہ بعد ہی بیوہ ہوگئی ۔ جب وہ اپنے شہید خاوند کے جنازے کے ساتھ چھوٹی بچی کو لئے ہوئے اس حال میں ربوہ آئی کہ اسے تن بدن کا کوئی ہوش نہ تھا تو افسوس کے لئے حضرت اقدس کے خاندان کی دوسری خواتین مبارکہ کے علاوہ بیگم صاحبہ بھی بنفس نفیس میری بچی کے اس پہاڑ سے غم کا خیال کرکے غریب خانہ پر تشریف لائیں اسے سینے سے لگایا اور اس کی چند روز کی بے باپ کی بچی کو گود میں لے کر اس کے جسم پر ہاتھ پھیرتی جاتی تھیں ۔ اس وقت آپ پر رقّت طاری تھی ۔ بہت دیر تک بچی کو اسی حال میں گود میں لئے رکھا ۔ درد میں ڈوبی ہوئی نہ جانے کتنی دعائیں اس وقت اس مبارک وجود نے اس چھوٹی بچی اور اس کی نوعمر ماں کیلئے فرمائیں جو ان کے رقّت بھرے چہرے سے عیاں تھیں ۔ اس طرح خاکسار کے غمزدہ دل کو اپنی اس شفقت اور پُرسوز دعاؤں سے بے حد ڈھارس بخشی ۔

خاکسار اپنی اوائل عمر میں جب کہ قادیان میں سکول کی طالبہ تھی کسی محفل میں آپ کو دیکھتی تو دل میں یہ خیال آتا کہ قرآن کریم میں جن "حورعینٌ کَاَنَّھُنَّ بَیْضٌ مَّکْنُوْنٌ" کا ذکر ہے وہ ایسی ہی ہوں گی ۔ یہ تاثر اب تو یقین میں بدل گیا تھا اور جہاں بھی انہیں دیکھا یہی لگا کہ جنت کی کوئی حور ہو ۔

بے شک وہ ایک نورانی اور آسمانی روح تھیں جو ظاہری اور باطنی حسن سے مزیّن تھیں ۔ جتنی دیر زمین پر رہیں ایک شان دلربا سے ہر ایک کو اپنا گرویدہ بنایا ۔ جب رخصت ہوئیں تو بھی لاکھوں دلوں کو فرطِ غم سے چور چور کرتے ہوئے ۔ ایک نورانی شان سے رخصت ہوئیں ۔ ان کی زندگی بھی حسین تھی اور موت بھی حسین ۔ کس بلندپایہ کی وہ بزرگ خاتون تھیں جن کے جانے سے ہر ایک نے یہ سمجھا کہ ان کے جانے کا صدمہ سب سے زیادہ اسے ہی ہوا ہے اور دل کو ایسے لگا جیسے ایک تندوتیز آندھی آئی تھی ۔ جب آندھی تھمی تو عیاں ہوا کہ ہم اپنی بہت ہی پیاری اور قیمتی متاع سے محروم ہوگئے ہیں ۔

اے اللہ ! تو ان کے درجات ہر آن بلند سے بلندتر فرماتا چلا جا اور اُن کے سب بچوں پر اپنے بے انتہا فضل فرما ہمارے آقا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خود سہارا بن ۔ ان کے دل کو تسکین عطا فرما ۔ اور ہر ہر گام پر ان کا حافظ و ناصر رہ ۔ آمین

آج کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے

محترمہ رضیہ درد صاحبہ ایم اے بیگم پروفیسر مسعود احمد صاحب عاطف ربوہ

انسان کس قدر مجبور بے بس ہے ۔ دنیا میں کیسے کیسے حادثات گذر جاتے ہیں وقت سے پہلے ان کو سوچا بھی نہیں جا سکتا ۔ اگرچہ موت ایک حقیقت ہے ۔ اٹل حقیقت ۔ لیکن دل چاہتا ہے کاش یہ حقیقت نہ ہوتی ۔ کاش یہ ہم سے ہماری عزیز ہستیوں کو ہمیشہ کے لئے جدا کرتی ۔ کتنے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو کسی کے صابھی [illegible] سکون اور آنکھوں کا نور ہوتے ہیں اور قلم ہا ہیں ہے لوگو منے والوں کے لئے وہ وقت غم کے حذ کر کرو اتیر معمی سمندر ہوتا ہے جب وہ اپنی محبوب اور کبھی کو نوکِ قلم کے سپرد کرتے ہیں جوان کا رہتی ہوں تیری راہ میں ان کی زندگی ہوتی ہے ۱۹۵۵ء سے اوجھل تع حاضر نہ دل میں طاقت اور پھر پیارے آ کو تیار نہیں کہ ہماری محبوب نک رحلد ہم خاکی بالقد سورہ بیگم ہم سے جدا ہو چکی ہیں ہر والے لاہو ممکن ہی نہیں احسانوں کی انتہا تھیں زندگی ہلکان ہو رہے ور درخت کی آپ کی گہری محبت و شفقت صبر کرو ۔ اہے قدم قدم بار ۔ الفاظ کا سہارا لے کر بہت گراں گذ ب بھی کوئی ہیں یہ تو ایک ایسی کیفیت ہے جو فقط محسوس کی جا سکتی ہے ۔

اللہ تعالیٰ جب کسی منصب کے لئے کسی کو منتخب فرماتا ہے تو پہلے سے ہی اس میں وہ تمام جوہر، وہ ساری صلاحیتیں رکھ دیتا ہے جو ضروری ہوتی ہیں ۔ پس اس عالم الغیب ہستی نے آپ کو ظاہری و باطنی صفات حسنہ سے آراستہ فرمایا ۔ آپ بڑی ہی دعا گو، عبادت گذار، خدا سے سچا تعلق رکھنے والی، خدا تعالےٰ پر توکل کرنے ، اسلامی شعار کی پابند، علم و عمل سے مزین ، ایک روشن ضمیر خاتون مبارکہ تھیں ۔ جو ساری زندگی زہد و تقویٰ کی راہوں پر گامزن رہیں ۔ ایک بہترین خدمت گذار اور اطاعت شعار اور وفا کا مجسمہ تھیں ۔ عمر بھر اپنے عظیم المرتبت اور قابل فخر خاوند کی رفاقت کا خوب حق ادا کیا ۔ پیارے آقا کے مسند امامت پر متمکن ہونے کے بعد تو جاں نثاری کی حد تک خدمت کی ۔ ہمارے پیارے آقا کو ہر ذاتی فکر سے اس طرح آزاد کئے رکھا کہ وہ ہر لمحہ دین کی خدمت میں صرف کر سکیں جماعت احمدیہ کے تمام مخلصین مرد و عورت کے دکھ درد خوشی و مسرت کی نمائندگی جس احسن طریق سے فرماتیں اسکی

مثال دینا ناممکن ہے۔ ؎

میں تیرے فکر کی عظمت کا ذکر کیسے کروں
رہبرے گماں سے بھی آگے مقام تھا تیرا

قابل فخر مقدس شوہر کے ساتھ تمام ملکی اور غیر ملکی دوروں میں شریک سفر رہیں۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ رہ کر خواتین کی دلداری اور تربیت میں ایک اہم کردار ادا کیا۔ بیماری اور تھکان کی پرواہ کئے بغیر بڑی شفقت اور پیار سے ان کی علمی اور روحانی پیاس میں ہردم کوشاں رہیں۔

بارہا یہ سعادت بھی ملی کہ آپ نے بیرونی مساجد کی تعمیر کی تقاریب میں تمام احمدی خواتین کی نمائندگی فرمائی۔ اور یہ عظیم اعزاز بھی ملا کہ اپنے روحانی آقا اور محبوب رفیق حیات کی معیت میں اس مسجد کا سنگ بنیاد رکھا جو سرزمین اندلس میں ۷۴۴ سال بعد تعمیر ہو رہی تھی۔ آپ کا وجود چاند کے نور کی طرح تھا جو صاف وشفاف اور روحانی سرور عطا کرتا ہے

آپ نے کئی ملکوں کے دورے کئے اور ہر جگہ اپنی اقدار و روایات کو مدنظر رکھا آپ ایک بہادر شخصیت تھیں۔ کوئی معاشرہ کوئی ماحول آپ کو کبھی اور کہیں بھی متاثر نہ کر سکا۔ کسی جگہ آپ کا اسلامی پردہ آپ کے راستہ میں حائل نہ ہو سکا۔ جس طرح آپ پردہ میں رہ کر پیارے آقا کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر ہر ملک میں چلیں وہ تاریخ میں سنہری حروف سے لکھا جائے گا اور آنیوالی نسلوں کیلئے مشعل راہ ہوگا۔

حقیقت یہ ہے آپ نے قوم وملت کی خدمت میں جان دی اس طرح ایک لحاظ سے شہادت کا مرتبہ پایا کیونکہ شہید سے صرف وہی شخص مراد نہیں جو کسی لڑائی میں مارا جائے بلکہ ہر وہ شخص بھی شہیدوں میں داخل ہے جو خدمتِ دین میں زندگی گذارتا ہوا وفات پا جائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء

جو لوگ خدا کے راستہ میں زندگی گذارتے ہوئے فوت ہوں ان کو ہرگز فوت شدہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں۔ (اور ہمیشہ زندہ رہیں گے)

شہداء کی زندگی نہ صرف اپنی ذات میں کبھی ختم نہیں ہوتی بلکہ ہر شہید کی موت بہت سے دوسرے لوگوں کی زندگی کا باعث بن جاتی ہے۔ اور جماعت کی غیر معمولی ترقی کا موجب ہوتی ہے۔

؎ زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں تیری راہ میں تف

آپ کا پیکر ہماری مادی آنکھوں سے اوجھل ہو گیا لیکن آپ کی روحانی تصویر کو دوام مل گیا

؎ موت نے چھینا ہے ہم سے جسم خاکی بالیقین۔
چھین لے وہ یاد بھی تیری یہ ممکن ہی نہیں ہے۔

آپ کا وجود تپتی دھوپ میں تناور درخت کی طرح سایہ کئے ہوئے تھا۔ یہ دنیا دارالابتلا ہے قدم قدم پر مشکلات اور الجھنیں راستہ روک لیتی ہیں۔ جب بھی کوئی پریشانی

ہوئی بلا تکلف آپ کی خدمت میں پہنچ جاتی اور جس طرح آپ کمال شفقت و محبت سے توجہ فرماتیں۔ صحیح مشوروں سے نوازتیں دل و دماغ پر سکون ہو جاتے اور بعد کے واقعات سے ثابت ہو جاتا کہ کس قدر صحیح مشورہ تھا اور انداز اس قدر پُر اعتماد کہ فوراً دل مطمئن ہو جاتا۔ آج تک کبھی بغیر ملے واپس نہیں لوٹی۔ پیارے آقا کی اہم ذمہ داری۔ ساری جماعت کا بوجھ لیکن عجیب تعلق تھا۔ جہاں جس جگہ جس کام میں مصروف ہوتیں محبت سے بلالیتیں اور ہر کام چھوڑ کر کمال توجہ سے ادنیٰ ادنیٰ سی خواہشات کو سنتیں کبھی یہ احساس تک نہ ہوتا کہ آپ نے میری بات دھیان سے نہ سنی۔ بلکہ دل کا بوجھ ہلکا ہو جاتا اور دل ہی دل میں اپنے اور حضرت بیگم صاحبہ کے گہرے روحانی تعلق پر خوش ہوتی بہت یادیں ہیں جو بھول نہیں پاتی۔ سوچتی ہوں کس کس کا ذکر کروں۔ سمندر کی لہروں کی طرح کبھی کوئی ابھر آتی ہے اور کبھی کوئی۔ اور گھنٹوں اسی غم میں ڈوبتی ابھرتی رہتی ہوں۔

۱۹۵۵ء میں آج سے ۲۷ سال قبل جب میرے پیارے آباجان درد صاحب۔ قضائے الٰہی سے اچانک رحلت فرماگئے میں تنہا ربوہ میں تھی سب گھر والے لاہور۔ اس جانکاہ صدمہ سے رو رو کر جان ہلکان ہو رہی تھی ہر شخص آتا۔ یہی تلقین کرتا صبر کرو صبر کرو۔ اس وقت صدمے کی وجہ سے صبر کا لفظ بہت گراں گذرتا۔ یہاں تک کہ میری محبوب ہستی حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ (ہزاروں ہزار رحمتیں نازل ہوں آپ پر)، تشریف لے آئیں۔ مجھے گلے لگالیا۔ غم سے نڈھال یکدم میری زبان پر یہ الفاظ بے اختیاری میں رواں ہو گئے "ہائے میرے چھوٹے چھوٹے بہن بھائیوں کا کیا ہوگا" فرمایا "تمہارے آبا تمہیں چھوڑ کر گئے ہیں خدا تو نہیں چھوڑ گیا جی بھر کے روؤ لیکن خدا پر توکل کرنا نہ بھول جانا" الفاظ کیا تھے دکھی دل کے زخموں پر مرہم کا کام کر گئے۔ اور لمحہ بھر کے لئے سکون آگیا۔ اور سوچا واقعی کہیں خدا ہمارا ساتھ نہ چھوڑ دے اگرچہ ہمیشہ ہی خدا پر توکل کیا لیکن غم سے کچھ سجھائی نہ دیا اور غم کی ان تاریک گھڑیوں میں آپ کے الفاظ نے چونکا دیا اور واقعی بعد کے حالات نے ثابت کر دیا کہ کس طرح خدا پر توکل کرنے والے کا ساتھ خدا دیتا ہے۔ بہت کٹھن مراحل میں ان الفاظ نے ہی راہنمائی کی۔

میری اکلوتی بیٹی ثمینہ نے قرآن مجید ختم کیا اس خوشی میں مٹھائی لے کر حاضر خدمت ہوئی۔ بہت خوش ہوئیں۔ لیکن ساتھ ہی فرمایا تم خود اپنے ہاتھ سے کوئی چیز پکا کر کیوں نہ لائیں۔ بازار سے مٹھائی خرید کر لانے کا کیا فائدہ؟ یہ بے تکلفی کی باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ تشریف لے آئے اور ہمیں باتیں کرتے دیکھ کر بڑی ہی شفقت سے فرمایا کیا راز کی باتیں ہو رہی ہیں۔ مَیں تو خاموش رہی آپ نے جھٹ سے کہا ثمینہ (میری بیٹی)، نے قرآن مجید ختم کیا ہے اس کی مٹھائی لائی ہے اور ساتھ کہہ رہی ہے کہ دعا کریں خدا مجھے بیٹا دے

حالانکہ مَیں نے ہرگز زبان سے یہ نہیں کہا تھا چونکہ بیٹی بڑی ہوگئی تھی اور اس سے قبل ۳ بچے فوت ہو چکے تھے خود ہی کمال فراست سے دل کا حال جان گئیں حضور نے فرمایا اس نے تو کبھی بیٹے کے لئے کہا ہی نہیں اسے تو ایم اے کرنے کا شوق تھا وہ ہم نے کروا دیا ہاں ثمینہ کہے کہ دعا کریں کہ اللہ مجھے بھائی دے تو ہم کریں گے " آپ فوراً بیٹی کو گود میں لے کر حضور کے قریب لے گئیں اور فرمایا " جلدی سے کہو دعا فرمائیں اللہ مجھے بھائی دے دیکھو حضور دعا فرمائیں گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں پیارا سا بھائی دے گا " ثمینہ نے بھی فوراً یہی فقرے دہرا دیئے ۔ حضور نے کمال شفقت سے اُسے اپنی گود میں بٹھا لیا اور فرمایا آؤ سب مل کر دعا کریں ہم دونوں نے حضور اور حضرت بیگم صاحبہ کے ہمراہ دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے چند منٹ تک یہ اجتماعی دعا ہوتی رہی ۔ حضور کے آمین کہنے کے ساتھ ہی آپ نے کس محبت اور جذبے سے بچی کے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا " انشاءاللہ اب تمہیں اللہ تعالیٰ بھائی دیگا گھبرانا نہیں " میری محبوب ہستی کے قربان جاؤں ۔ کس قدر خیال تھا ۔ فرمانے لگیں بس اب اس دعا کو ہی کافی نہ سمجھ لینا حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کو دعا کے لئے یاد دہانی کرواتی رہنا ۔ خود نہ آسکو تو بیٹی کو بھیج دیا کرو مَیں صوبیدار صاحب سے کہہ دوں گی کہ عاطف صاحب کی بیٹی آئے تو فوراً اس طرف سے اسے اوپر بھیج دیں اور ہاں ! ایک بات سنو اپنے ہاتھ سے کوئی چیز بنا کر بھیجنا ۔ بس پھر کیا تھا جب موقع ملتا آپکی نصیحت پر عمل کرتی ۔ حتّٰی کہ اللہ تعالیٰ نے دعاؤں کو شرفِ قبولیت بخشا اور اللہ تعالیٰ نے خاص فضل و کرم سے سال کے اندر اندر بیٹا عطا فرمایا الحمدللہ ۔

۴ ماہ تک صرف اس خیال سے کہ بچہ ذرا تندرست ہو جائے ملنے کے لئے نہ گئی ۔ اتنی مصروفیات کے باوجود خود پیغام بھجوایا کہ ہم نے بچے سے کشتی نہیں کروانی ہم تو قبولیتِ دعا کا معجزہ دیکھنا چاہتے ہیں ۔ جب مَیں حاضر ہوئی تو فرمایا بس ہم دعا کرتے ہیں کہ اس کا جلدی ہی بھائی آجائے ورنہ پھر سالوں بعد دعا کرنا پڑے گی خدا تعالیٰ نے اس بار بھی شرف قبولیت بخشا اور سال کے بعد دوسرا بیٹا عطا کر دیا ۔ جب بھی دونوں بچوں کو دیکھتیں بے حد خوش ہوتیں ۔ طوالت کے خوف سے ان دو واقعات پر ہی اکتفا کرتی ہوں ورنہ یہ سلسلہ لطف و احسان کا ختم ہی نہیں ہو سکتا ۔

اے خدا ! اس مجسم پیکر محبت و شفقت کو اپنے قُرب میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرما ۔ ہمارے رنجور دلوں پر سکینت نازل فرما ۔ کتنی عظیم ہستی ہم سے جُدا ہوگئی جس طرح اس دنیا میں آپ کا پیار ملا اسی طرح اگلے جہان میں ہم ان کے ساتھ ہوں ۔

آمین

تربت پہ تیری پھول عقیدت کے ہیں حاضر
تربت پہ تیری رحمتِ یزداں رہے ہر دم

،،،،،،((●))،،،،،،

ہماری شفیق ماں

(از محترمہ ناصرہ بیگم صاحبہ نگران قیادت ۲ لجنہ اماء اللہ کراچی اہلیہ مکرم مسعود احمد صاحب خورشید)

◉ ہماری پیاری ماں حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ حرم محترم حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا تعلق جہاں ہم سب سے تھا وہاں اپنے پیارے ربّ کریم سے بھی خاص تعلق تھا۔ اس ضمن میں پچھلے سال کا ایک واقعہ بیان کرتی ہوں۔

خاکسارہ کی ڈیوٹی حضور ایدہ اللہ کی قیام گاہ (جو گیسٹ ہاؤس کراچی کے نام سے موسوم ہے) پر لجنہ اماء اللہ کراچی کی طرف سے تھی

حلقہ النور کراچی میں لجنہ اماء اللہ کراچی کے ایک جلسہ کا انتظام کیا گیا تھا۔ وہاں پر ڈیڑھ صد سے زائد غیر از جماعت مستورات بھی حضرت بیگم صاحبہ کی ملاقات کے لئے اور آپ کی نصائح سننے کے لئے جمع تھیں حضرت بیگم صاحبہ کو بلوانے کے لئے مکرمہ ڈاکٹر زبیدہ طاہر صاحبہ کی طرف سے بار بار فون آ رہے تھے جب فون آیا تو سیّدہ بیگم صاحبہ نے مجھے بلوایا اور کہا کہ میں آج گھر سے باہر جانا نہیں چاہتی میں نے کچھ اُس قسم کی مُنذر خواب دیکھی ہے مجھے بڑی پریشانی ہے یہ دو صد روپے لے لو اور فوراً صدقہ کروا دو میں اپنے کمرے میں تنہائی میں دعا کرنا چاہتی ہوں۔ اتنے میں دوبارہ فون آ گیا تو صاحبزادہ مرزا فرید احمد صاحب سلمہ اللہ نے کہا کہ امی۔ جب وہ لوگ اتنا اہتمام کر کے غیر از جماعت بہنوں کو بلوا چکے ہیں تو آپ ضرور جائیں آپ کیلئے خدا کے فضل سے جانے آنے کا بہت اچھا انتظام ہے میں نے بھی آدمی بھیج کر یہ معلوم کروا لیا ہے کہ راستہ صاف ہے تو پھر آپ کیوں رک رہی ہیں۔ محترمہ ڈاکٹر زبیدہ صاحبہ نے بتلایا ہے کہ پانچ صد احمدی اور باقی غیر از جماعت بہنیں آپ کا انتظار کر رہی ہیں آپ خدا کا نام لے کر جائیں

اس طرح بڑے اصرار کے بعد آپ حلقہ النور تشریف لے گئیں۔

جب آپ نے وہاں حاضری دیکھی تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا جو میں آ گئی۔ آپ کے پہنچنے پر تلاوت اور نظم ہوئی پھر آپ نے مخصوص انداز میں بڑے پیار سے حاضرات کو نصائح فرمائیں اور ملاقات کی۔ اگلے دن کراچی سے حضور ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی ربوہ کو روانگی تھی اور دوپہر کو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بمع قافلہ لاہور تشریف لے گئے اور وہاں سے روانہ ہوئے۔ حضور کے ساتھ لاہور سے جانے والے تین خدّام راستہ میں پنڈی بھٹیاں کے قریب کار کے ایک حادثہ میں شہید ہو گئے۔ انّا للہ و انّا الیہ راجعون۔ دراصل حضرت بیگم صاحبہ نے جو مُنذر خواب کراچی میں دیکھا تھا معلوم ہوتا ہے کہ وہ خواب

اسی واقعہ کے متعلق تھی جس میں تین خدّام احمدیت
نے شہید ہونا تھا اور یہ خواب اور یہ واقعہ حضرت
بیگم صاحبہ کے اپنے پیارے ربّ کریم سے تعلق کی
ایک مثال ہے۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے مسند
امامت و قیادت کے بابرکت مقام پر فائز ہونے
کے بعد گذشتہ تقریباً سولہ سال میں مجھے یہ سعادت
حاصل رہی کہ جب بھی حضور کراچی میں قیام فرماتے
تو خواہ وہ قیام چند دن کا ہوتا یا ایک ڈیڑھ ماہ
کا ہوتا۔ مجھے بطور نائب صدر لجنہ اماء اللہ کراچی
حضور کی قیام گاہ پر ڈیوٹی دینا ہوتی تھی تاکہ لجنہ
اماء اللہ کی ممبرات کا حضور ایدہ اللہ تعالیٰ اور حضرت
بیگم صاحبہ سے ملاقات کا انتظام کراتی رہوں۔ اور
مَیں نے اتنے سالوں میں حضرت بیگم صاحبہ کو نہایت
قریب سے دیکھا اور ان کی شفقت و عنایات سے
حصہ پایا۔ مَیں نے حضرت بیگم صاحبہ کی جماعت اور
نظام سلسلہ سے محبت و فدائیت کا ایمان افروز مظاہرہ
دیکھا اپنی مصروفیات میں سے وقت نکال کر وہ
مستورات کے درمیان آبیٹھتی تھیں اور بیسیوں بلکہ
بعض اوقات سینکڑوں مستورات سے نہایت خندہ
پیشانی سے ملاقات کرتیں اور پیاری باتوں کے ذریعہ
نصائح فرماتیں۔ مجھ ناچیز پر حد سے زیادہ مہربان
تھیں جب کبھی کسی چھوٹی موٹی چیز کی ضرورت ہوتی
تو بلا تکلّف مجھے ارشاد فرما دیا کرتیں۔

ایک مرتبہ جب سارا سامان کراچی سے پیک
کر کے بذریعہ ٹرین ربوہ بھجوا دیا گیا تو مجھے ارشاد فرمایا
کہ حضور کے لئے اور خود ان کے لئے بستروں کی
ضرورت ہے چنانچہ مَیں نے گھر سے صاف اور عمدہ
بستر مہیا کر دیئے۔ آپ کو ذمہ داری کا اتنا احساس
تھا کہ اگلی صبح روانگی سے پہلے میرے گھر ٹیلی فون کر
کے مجھے بلوایا اور فرمایا کہ یہ بستر میرے سامنے واپس
لے جائیں تا مجھے تسلی ہو نیز فرمایا کہ حضور ایدہ اللہ
نے فرمایا ہے کہ یہ بستر تو بالکل نئے ہیں شائد انہوں
نے اپنی بیٹیوں کے جہیز والے بستر ہمارے استعمال کے
لئے بھجوائے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے واقعی
وہ بستر ہماری بیٹیوں کے جہیز میں دئیے گئے۔

آپ کا پیار و محبت سے لندن مشن ہاؤس میں
راتوں کو مستورات سے گھنٹوں باتیں کرنا اور اپنا
قیمتی وقت جماعت کی بہبود کے لئے صرف کرنا میرے
دل پر نقش ہے۔ آپ کی شفقت اور عنایت اور
محبت کی سینکڑوں مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں
آپ شعائر اسلامی کی پابند۔ بلند اخلاق۔ بلند کردار
خدا تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت
بانی سلسلہ احمدیہ اور آپ کے جانشینوں کی خدمت
گزار اور وفا شعار جنتی رُوح تھیں۔

آپ نے جس طرح اپنی پاکیزہ زندگی پاکیزہ
اوصافِ حمیدہ کے ساتھ بیتی اور احمدیت کی خدمت
میں بسر کی خدا کرے کہ ہم سب بھی اُسی طرح (باقی صفحہ ۸۹ پر)

حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ اپنے پیارے مولا حقیقی کے حضور حاضر ہوگئیں اور اپنے عظیم رفیق حیات حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کو، اپنے عزیز بچوں کو، خاندان کے افراد کو اور جماعت کے جملہ دیگر افراد کو حزیں اور غمگیں چھوڑ گئیں۔ اس سانحہ نے جہاں حضور ایدہ اللہ، مرحومہ کے بچوں اور آنمکرمہ کے اعزہ و اقربا کو حزیں کیا وہاں اس اندوھناک خبر نے یکساں طور پر سارے افراد جماعت کو بھی غمگین کر دیا۔ جیسے جیسے یہ خبر نشر ہوتی گئی غم اور حزن کی لہر بڑھتی گئی اور تھوڑی ہی دیر میں یہ خبر سارے پاکستان بلکہ سارے عالم میں نشر ہوگئی اور غم اور حزن نے عالمگیر جماعت کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

ایسا ہونا ہی تھا کیونکہ یہ سانحہ ایک زلزلۂ عظیم سے کم نہ تھا ساتھ ہی غیر متوقع بھی تھا ہر دل اس احساس سے معمور تھا کہ حضرت سیّدہ مرحومہ کی رحلت سے جماعت کا ہر فرد عموماً اور لجنہ کی سب بہنیں خصوصاً ایک شفیق مادرِ مہربان کی شفقت سے محروم ہوگئی ہیں اور وہ ہستی جو اُن کے ہر غم میں ان کی غمگسار رہی جس نے ہر موقع پر اُن کی ہر رنگ میں مدد کی اور جو ہر مشکل میں ان کا سہارا بنی اور کام آئی آج ان کو غمگین چھوڑ کر اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر چکی ہے۔ ان سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو چکی ہے اور اس فانی دنیا سے مونہہ موڑ کر اپنے مولیٰ سے اگلے جہان کی ابدی نعماء حاصل کرنے کیلئے اس کے حضور حاضر ہو چکی ہے وہ اب اپنی داستانِ غم اُن کی خدمت میں بیان نہ کر سکیں گے ضرورت کے وقت ان کی مدد کے طلبگار نہ ہو سکیں گے اور مشکل کے وقت ان کا سہارا حاصل نہ کر سکیں گے۔ اس احساس جدائی اور احساس محرومی کے علاوہ افرادِ جماعت کو جو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ سے والہانہ لگاؤ اور قلبی تعلق ہے اور حضور کو حضرت سیّدہ مرحومہ کے رحلت فرما ہونے سے جو عظیم نقصان پہنچا ہے اور جو زبردست بوجھ حضور پر آن پڑا ہے اس احساس نے بھی سب کو پریشان اور متفکر کر دیا اور غم اور حزن کے گھاؤ کو اور زیادہ گہرا کر دیا۔

حضرت سیّدہ مرحومہ بذاتِ خود بے شمار خوبیوں کی مالکہ تھیں لیکن میں سمجھتی ہوں کہ وہ خوبیاں جنہوں نے سب بہنوں کو گھائل کر رکھا تھا وہ آنمکرمہ کی سب سے یکساں ہمدردی - سب کی خیر خواہی اور سب سے حسنِ سلوک تھیں - جن بہنوں سے سیّدہ مرحومہ محترمہ کا ایک دفعہ واسطہ پڑا وہ ہمیشہ کے لئے حضرت ممدوحہ کی خوبیوں کی معترف اور ان کے حسنِ سلوک اور مادرانہ شفقت کی مداح ہو گئیں -

حضرت سیّدہ بیگم صاحبہ کا ورود اسلام آباد میں اکثر ہوتا رہتا تھا - اور کئی بار ان کا یہاں خاصے عرصہ کے لئے قیام ہوا کرتا تھا - اس بناء پر لجنہ اماء اللہ اسلام آباد کی بہنوں کو حضرت بیگم صاحبہ مرحومہ سے ملاقات کا اکثر شرف حاصل ہوتا رہتا تھا - حضرت ممدوحہ اپنی مصروفیات کے باوجود اور اپنی عمر اور صحت کے تقاضوں کو نظر انداز کر کے بھی سب ملاقات کی خواہشمند بہنوں کو شرفِ ملاقات بخشتیں - ہر ایک سے خندہ پیشانی سے پیش آتیں عزت سے اپنے پاس بٹھاتیں غور اور توجہ سے انکی حکایتِ حال یا شکایتِ غم سنتیں - احسن پیرایہ میں نصیحت فرماتیں - صائب مشورے دیتیں اور دلی دعاؤں سے نوازتیں - مَیں نے کئی مرتبہ یہ نظارہ دیکھا کہ بعض بہنیں بڑی فکرمند، پریشان حال اور بوجھل دلوں کے ساتھ حضرت ممدوحہ سے ملنے آئیں لیکن ملاقات کے خاتمہ پر مطمئن دل اور متبسم چہروں کے ساتھ واپس لوٹیں - یہ حضرت ممدوحہ کی بہنوں سے گہری وابستگی اور ان کی دلی ہمدردی ہی تھی جو زخمی دلوں پر پھاہا کا کام کرتی - یہ ان کی خداداد فراست اور اصابت رائے ہی تھی جو سب کو تسلّی دیتی اور اطمینان بخشتی - اور ان کا حسنِ سلوک ہی ہوتا تھا جس کے نتیجہ میں سب بہنیں خوش و خرم واپس آتیں - کسی بہن کو ذرہ برابر گلہ نہ ہوتا کہ حضرت سیّدہ مرحومہ نے ان کی طرف توجہ نہ کی یا ان سے اچھا سلوک نہ کیا یا تواضع میں کوئی کسر اٹھا رکھی یا اُن کے مسئلہ کا تیر بہدف حل نہ بتایا بلکہ ہر ملاقاتی بہن یہی تاثر لے کر واپس لوٹتی کہ حضرت ممدوحہ نے مجھے ہی اپنی توجہ سے نوازا اور مجھ سے ہی زیادہ مہربانی فرمائی -

مجھ پر تو حضرت بیگم صاحبہ کی خاص نظرِ لطف تھی اور میرے ساتھ تو بہت محبت کا سلوک تھا جب بھی مجھے حضرت سیّدہ مرحومہ کے اسلام آباد میں وارد ہونے کا علم ہوتا میں فون کر کے سلام و نیاز عرض کرتی طبیعت کا حال پوچھتی - جب ملاقات کی خواہش کرتی تو مجھے ضرور ملاقات کا شرف بخشتیں بڑی عزت سے پیش آتیں سب افرادِ خانہ کے متعلق تفصیلاً پوچھتیں بڑی خاطر و مدارت فرماتیں اور اصرار کر کے کھلاتیں پلاتیں ان کی نظرِ لطف و کرم کی وجہ سے ہی اٹھنے کو جی نہ چاہتا جب تک یہ احساس غالب نہ ہو جاتا کہ آنمکرمہ کا قیمتی وقت بہت زیادہ لے لیا ہے - اجازت مانگنے پر بڑی محبت سے رخصت فرماتیں - میری آخری ملاقات ان کے فوت ہونے سے دس پندرہ دن پہلے ہوئی تھی - خرابیٔ صحت کی شکایت تو فرمائی تھی لیکن

یہ وہم و گمان میں بھی نہ آتا تھا کہ یہ آخری ملاقات ثابت ہوگی۔ چند دن بعد جب شدید بیماری کی خبر سنی تو یقین نہ آتا تھا مگر ہمہ تن دعاؤں میں مشغول ہوگئی رو رو کر کامل اور عاجل صحت کے لئے دعائیں کیں لیکن مشیت ایزدی کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ ۳۰ دسمبر کی رات کو جب یہ اندوہناک خبر سنی جس کے سننے کے لئے نہ کان تیار تھے نہ دل و دماغ تو سخت صدمہ پہنچا ساری رات رو رو کر غم اور پریشانی کے عالم میں جاگتے کاٹی۔ اسی عالم میں دوسرے روز ربوہ پہنچی تھوڑی ہی دیر بعد سب مغموم اور محزون بہنوں کو اپنی شفیق مادر مہربان کا آخری دیدار نصیب ہوا جس کے بعد حضرت سیدہ ممدوحہ کا تابوت گاڑیوں کے جلوس میں بہشتی مقبرہ کی جانب روانہ ہوا سب آنکھیں اشکبار تھیں لیکن لب پر " انا للہ و انا الیہ راجعون" کا ورد تھا۔ اور مرحومہ محترمہ کے لئے دل کی گہرائیوں سے مغفرت کی دعائیں نکل رہی تھیں۔ بہشتی مقبرہ میں حضور ایدہ اللہ کی قیادت میں ایک جم غفیر نے پُرنم آنکھوں اور غمزدہ دل کے ساتھ حضرت سیدہ مرحومہ کی نماز جنازہ پڑھی اور دلی دعاؤں کے ساتھ پیارے وجود کو پاک اور پیارے خدا کے سپرد کیا۔ ؎

اے خدا بر تربت او ابر رحمت ہا ببار
داخلش کن از کمالِ فضل در بیت النعیم

حضرت سیدہ بیگم صاحبہ مرحومہ بے شمار خوبیوں کی مالکہ تھیں۔ خدا تعالیٰ حضرت بیگم صاحبہ مرحومہ کو غریق رحمت فرمائے۔ ان کی پاک روح کو اعلیٰ علیین میں اپنے قرب خاص سے نوازے۔ سیدہ مرحومہ کے عزیز بچوں، افراد خاندان، جملہ افراد جماعت کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ حضور ایدہ اللہ کو اعلیٰ قیادت کی بیش از پیش توفیق دے انہیں صحت مند بابرکت لمبی کامیاب زندگی نصیب کرے تا حضور اپنا تمام وقت ہمہ تن توجہ سے پورے اطمینان کے ساتھ اشاعتِ دین کے کام میں صرف کر سکیں۔ آمین

بقیہ:- ہماری شفیق ماں صفحہ ۸۶ سے آگے

احمدیت کی خدمت گذار ہوں۔ آمین اللّٰھم آمین میری دعا ہے کہ خدا تعالیٰ ہمارے پیارے آقا ایدہ اللہ الودود بنصرہ العزیز کو اس عظیم صدمہ میں سکینت عطا فرمائے اور روح القدس سے آپ کی تائید فرما کر تمام مقاصدِ عالیہ میں کامیاب فرمائے آمین۔ اللہ تعالیٰ آپ کی تمام اولاد کو بھی آپ کے نیک نمونہ پر چلنے کی توفیق بخشتا رہے اور سب کا خود حامی و ناصر ہو۔ آمین اللّٰھم آمین

حضرت سیدہ بیگم صاحبہ کے لئے ہم سب کی دعا ہے ؎

اے خُدا بر تُربت اُو ابر رحمت ہا ببار
داخلش کُن از کمال فضل در بیت النعیم

اٹھ گیا سر سے کس کا سایہ آج

سیّدہ ثریا صادق صاحبہ لندن

دل ہلا دینے والی خبروں سے
دورِ گردوں نے پھر رلایا آج

زخمِ دل مندمل نہ ہو پائے
تیغِ ہجراں نے پھر ستایا آج

ایک عرصہ سے جلوۂ جاناں
نہ ہی قسمت میں تھا نہ پایا آج

محفلِ یار میں نہ پہنچے تھے
بارِ فرقت بہت اٹھایا آج

دل میرا بیقرار رہتا ہے
اٹھ گیا سر سے کس کا سایہ آج

دل میں ایمان ہاتھ میں قرآں
قربِ دلدار خویش بھایا آج

جامِ صبر و ثبات و بادۂ عشق
غمزدہ قوم کو پلایا آج

اُٹھ ثریا کہ وقت خدمت ہے
وقتِ نازک نے دل ہلایا آج

ہم سے اوجھل ہو گئیں وہ گل کی چھاؤں کی طرح

ہم سے اوجھل ہو گئیں وہ گل کی چھاؤں کی طرح
جن کا سایہ تھا ہمارے سر پہ ماؤں کی طرح

چھوڑ کر تنہا ہمیں مولیٰ کو پیاری ہو گئیں
اشکبار آنکھیں ہیں ساون کی گھٹاؤں کی طرح

آپ کی فرقت ہمیں تڑپائے کیوں نہ رات دن
گفتگو میں پیار تھا دلکش صداؤں کی طرح

خدمتِ دیں میں گذاری زندگی کچھ اس طرح
رات دن بیدار رہتیں راہنماؤں کی طرح

ماؤں بہنوں بیٹیوں کی پیروی کے واسطے
رہگذر ہے آپ کی صد کہکشاؤں کی طرح

(مکرم منظور حسین عابد چک R-۴/۳۲
اوکاڑہ ضلع ساہیوال)

تاثرات

چند یادیں

۱۹۵۶ء میں ہم ایک چھوٹے سے گھر میں سرگودہا روڈ پر رہتے تھے۔ ہماری رہائش اوپر کے حصہ میں تھی نیچے صرف ایک مردانہ بیٹھک تھی مجھے ملازم نے آکر اطلاع دی کہ ربوہ سے کچھ بیبیاں آئی ہیں۔ مَیں نے اوپر ہی سے جھانکا تو حضرت سیدہ موصوفہ مع صاحبزادہ مرزا لقمان احمد صاحب کار سے اتر رہی تھیں۔ مَیں بھاگ کر نیچے آئی اور حیرت اور خوشی کے ملے جلے جذبات سے ملی۔ فرمانے لگیں کہ "میری طبیعت رستہ میں خراب ہو گئی اور شدید ضعف ہو رہا ہے۔ مَیں نے جلدی سے ڈرائیور کو کہا کہ یہاں قریب ہی کسی احمدی کا گھر ہے تو گاڑی ٹھہراؤ مجھے کیا پتہ تھا کہ یہ تو ہماری اپنی منیرہ کا گھر ہے" مَیں نے عرض کیا آپا جان آپ اوپر تشریف لے چلیں۔ فرمانے لگیں "مجھے ضعف ہو رہا ہے سیڑھیاں نہیں چڑھ سکتی یہاں نیچے ہی کوئی جگہ ہو تو تھوڑی دیر لیٹ لوں" مَیں ان کی نفاست طبع سے آگاہ تھی اور ہچکچا رہی تھی کہ نیچے بیٹھک صاف نہیں کہاں بٹھاؤں گی مگر آپ کمال شفقت اور مہربانی سے وہاں ہی تشریف فرما ہو گئیں۔ مَیں نے ملازم کو ڈاکٹر صاحب کی طرف بھگایا صاحبزادہ مرزا لقمان احمد جو بہت چھوٹے تھے۔ مَیں نے اپنی نادانی میں کہہ دیا کہ یہ آپکے ساتھ بچہ کس کا ہے؟ فرمانے لگیں "یہ میرا سب سے چھوٹا بچہ میرا لقمان ہے" مَیں نے عرض کیا مجھے تو صرف آپ کے چار بچوں کا علم ہے فوراً فرمایا "معلوم ہوتا ہے تم الفضل باقاعدہ نہیں پڑھتی" مَیں کچھ شرمندہ سی ہوئی اور پھر الفضل کو باقاعدگی سے پڑھنے کو معمول بنانے کی کوششیں کی۔ ڈاکٹر کے آنے پر برقعہ (جو اتارا ہی نہ تھا) کا دوسرا نقاب بڑی احتیاط سے چہرے پر ڈالا پاؤں میں جراب اور جوتی ہاتھوں میں ہلکے سے دستانے اور مکمل پردہ۔ جب ڈاکٹر صاحب تفصیل معلوم کر کے باہر گئے تو لیٹے لیٹے ہی اپنا بٹوہ کھولا اور فرمانے لگیں "ڈاکٹر کو فیس دے دو" مَیں نے عرض کیا کہ یہ مہینہ بھر کے بعد بل چوہدری صاحب سے وصول کرتے ہیں۔ مجھے پتہ ہی نہیں اس کی فیس کتنی ہے۔ یہ ہمارا فیملی ڈاکٹر ہے۔ فرمانے لگیں "ہم سب احمدی ایک ہی فیملی ہیں" ڈاکٹر نے مجھے بتایا۔ اُن کا بلڈ پریشر بہت گرا ہوا ہے۔ ضروری ہدایات اور ادویات دے کر چلے گئے اور مزید سفر کی ممانعت کر دی۔ حضرت سیدہ مرحومہ نصف گھنٹہ آرام کرنے کے بعد فرمانے لگیں کہ "اب میری طبیعت بہتر ہے مَیں چلتی ہوں" مَیں نے ڈرتے ڈرتے عرض کی کہ آپ واپس لاہور تشریف لے جائیں کیونکہ ڈاکٹر کہتا ہے کہ آپ کی طبیعت اچھی نہیں۔ لاہور کا سفر کم ہے

ادر ربوہ کا فاصلہ زیادہ ۔ فرمانے لگیں وہ (حضور ایدہ
اللہ) ربوہ فکر مند ہوں گے کہ میں کیوں نہیں پہنچی ؟ اس
لئے اب میں ربوہ ہی جاؤں گی ۔ میں نے ایک تھرماس میں
چائے ، پرچ پیالی ، اور چمچہ ساتھ دے دیا اور آپ
ربوہ کے لئے چل پڑیں کچھ نقدی میرے بچے کو جو میری
گود میں تھا بامرار دے گئیں کہ اسے میں نے بھی پہلی دفعہ
دفعہ دیکھا ہے ۔ اللہ اللہ کہاں یہ عاجزہ اور کہاں یہ محبت
اور لطف ۔ کچھ دنوں بعد ایک آدمی آیا ۔ اور حضرت بیگم
صاحبہ نے میرے برتن اسکے ہاتھ بھجوا دیئے ۔ اور کہا
کہ بیگم صاحبہ نے فرمایا تھا کہ شیخوپورہ چوہدری مقبول احمد
کے گھر احتیاط سے پہنچا دینا ۔ میں پھر جب ان سے ربوہ
میں ملاقات ہوئی تو پہلی بات یہی پوچھی کہ تمہارے
برتن مل گئے ۔ میں نے عرض کیا کہ آپا جان وہ برتن ہی
کیا تھے ؟ جو آپ نے اسقدر تکلیف فرمائی فوراً
فرمانے لگیں " وہ تو میرے پاس تمہاری امانت تھی میں
کیسے نہ لوٹاتی میں نے تو آتے ہی اچھی طرح دھلوا
کر سنبھال کر رکھوا دیئے کہ کسی آتے جاتے کے ہاتھ
بھجوا دوں گی ۔" اس دن سے کسی مہمان کا ایک رومال
بھی میرے گھر رہ جائے تو مجھے آپا جان کی بات یاد
آ جاتی ہے کہ یہ مجھے بھی واپس پہنچانا چاہیئے ۔

ایک دفعہ ۱۹۶۷ء کے دورے کے بعد حضور
کے ساتھ باہر سے تشریف لائیں تھوڑی دیر قیام فرمایا
سنگار میز پر بیٹھ کر کچھ دیکھ رہی تھیں میں نے عرض
کی کیا چاہیئے فرمانے لگیں "سرمہ دیکھ رہی ہوں" میں
نے عرض کی میں تو سرمہ لگاتی نہیں فرمانے لگیں "کیوں تم
انگریز ہو گئی ہو؟ سرمہ تو سنت رسول ﷺ ہے" میں نے
عرض کی کہ آپا جان میرے پاس تو ہے ہی نہیں بڑی
شفقت سے فرمایا " اچھا تم ربوہ آنا میں تمہیں اپنے
پاس سے اچھا سا سرمہ دوں گی مگر پھر لگانا ضرور ۔ ادھر
ادھر نہ پھینک چھوڑنا "

پھر ایک دفعہ میرا نواسہ ساتھ تھا ۔ حضور ایدہ اللہ محترم چوہدری
انور حسین صاحب کی کوٹھی میں تھوڑی دیر قیام کے لئے
ٹھہرے تھے جب بچوں میں تشریف لائے تو باقی سب
بچے جو عمر میں بڑے تھے بڑھنے باادب طریق سے کھڑے
ہو کر مصافحہ کرتے رہے مگر میرے نواسے نے (جسکی عمر
تین سال کے قریب تھی) بجائے مصافحہ کے حضور کے بازو
پکڑ لئے حضور کافی دیر شفقت سے اسکے ساتھ کھیلتے
رہے اور فرمانے لگے " یہ تو میرے ساتھ کشتی کرنا چاہتا
ہے ۔ بچہ اور تیز ہو گیا میں بہت گھبرائی مگر حضور کے
ادب کی وجہ سے بچہ کو روک بھی نہ سکوں ۔ آپا جان پاس
بیٹھی خاموشی سے دیکھتی رہیں ۔ بعد میں مجھے بلا کر سمجھایا
کہ "بچپن سے ہی بچوں کو حضور ایدہ اللہ کی فوٹو دکھا کر مانوس
کرنا چاہیئے تاکہ ان کے دلوں میں (قدرت ثانیہ) کا احترام پیدا
ہو " اس دن سے ہم اکثر بچوں کو حضور کی فوٹو دکھاتے
ہیں اور بتاتے ہیں اور اب وہی بچہ ہر جگہ حضور کی تصویر دیکھکر
اپنے چھوٹے بہن بھائیوں کو بتاتا ہے کہ یہ ہمارے حضرت صاحب
کی تصویر ہے ۔

(محترمہ منیرہ بیگم صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ ضلع شیخوپورہ)

مادرانہ شفقت کے نظارے (۲)

حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ مرحومہ مغفورہ

ماں باپ کی لاڈلی اور اپنے واقف زندگی سرتاج کی پیاری تھیں۔ آپ نے زندگی کے ہر موڑ پر دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے عہد کو پورا کر دکھایا۔ اپنی شاندار خصوصیات کی وجہ سے اپنی ہم عمر عورتوں میں ممتاز حیثیت رکھتی تھیں

واقعات شاہد ہیں کہ آپ اپنی اولاد کے خادمِ دین بننے کے لئے کس طرح دن رات نہ صرف کوشاں تھیں ان کے لئے دعاؤں کو بھی وقف کر رکھا تھا اور دوسری احمدی ماؤں کی بھی اس کام میں مدد فرمایا کرتی تھیں۔

۱۹۶۹ء کی بات ہے کہ عاجز ماریشس میں بطور مبلغ انچارج متعین تھا تین سال کا عرصہ ہو چکنے پر میری واپسی کا وقت قریب تھا کہ اہلیہ ام کو دوسری مرتبہ ماریشس جانے کا ارشاد موصول ہوا (ایک سال قبل بھی اس قسم کا ارشاد ملنے پر مبارکہ نسرین نے اپنے بچوں کی ربوہ کے دینی ماحول میں تعلیم و تربیت کو پسند کرتے ہوئے مرکز میں قیام کو ترجیح دینے کا فیصلہ کیا تھا) دوسری مرتبہ ارشاد ملنے پر مبارکہ نے پہلے والا فیصلہ دفتر متعلقہ کو یاد دلایا تو جواب ملا کہ اب اپنا جواب حضور کو جا کر بتائیں۔ خیر وہ اس کے لئے تیار ہو کر جا پہنچی اور حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ کو سارا قصہ سنایا کہ وقف کی بدولت ہمیں اللہ تعالیٰ نے خدمتِ دین کا انمول موقع دیا ہے میں چاہتی ہوں کہ میرے بچوں کی تعلیم مرکز احمدیت میں ہی پروان چڑھے تا وہ بھی دین کی خدمت کا جذبہ پیدا کریں اور خادمِ دین بنیں۔ ماریشس جانے پر میرا خاوند تو مجھے ضرور مل جائے گا مگر زبانوں کے اختلاف کی وجہ سے بچوں کی تعلیم میں خاصی دقّت پیدا ہو گی۔ تھوڑی دیر بعد حضور تشریف لے آئے اور کرسی پر بیٹھ کر فرمانے لگے آؤ منصورہ بیگم مبارکہ کی بات سنیں چنانچہ حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ نے مبارکہ کو اپنے ساتھ پلنگ پر بٹھا لیا اور کافی دیر تک باتیں ہوتی رہیں اور سیّدہ بیگم صاحبہ کی سفارش پر حضور نے مبارکہ کے حق میں فیصلہ فرمایا کہ اچھا اسے ہم نہیں بھیجتے مگر مولوی صاحب کو بھی اب اگلے سال (چار سال کے بعد) بلائیں گے۔ جس کو سن کر مبارکہ فوراً بولی کہ حضور مجھے خوشی ہے کہ مولوی صاحب کو ایک سال مزید ماریشس میں خدمت دین کا موقعہ ملے گا میں نے تو کبھی بھی انہیں بلوانے کا مطالبہ ہی نہیں کیا۔ مبارکہ کئی بار اس واقعہ کو مزے لے لے کر سنایا کرتی تھی اور حضرت بیگم صاحبہ کا اپنے ساتھ ایک ہی پلنگ پر بٹھانے کی شفقت پر اس کا دل کے لئے محبت سے بھر جایا کرتا تھا اور آپ کو بے حد دعائیں دیا کرتی تھی اور خوش تھی یہ حضرت بیگم صاحبہ کی شفقت کا ہی نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے سب سے چھوٹے بیٹے عزیزم محمد الیاس منیر کو مربی بنا دیا ہے بلکہ اس کی شاندار کامیابی کی خبریں اس کی وفات سے تین گھنٹے قبل اسے سنا بھی دی تھیں۔ اس طرح

اس کے تینوں بڑے بہن بھائیوں کو اعلیٰ تعلیم مکمل کرنے کا موقعہ مل گیا۔ (الحمدللہ)

(مکرم مولوی محمد اسماعیل منیر صاحب سابق مبلغ ماریشس)

(۳۱)

غریبوں کی ڈھارس

حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ نوّر اللہ مرقدہا کی یاد دل میں ہر وقت تازہ ہے۔ اُن کے ساتھ گزرے ہوئے لمحے بھی ہمیشہ یاد رہیں گے۔ اُن کی شخصیت، بات کرنے کا دلنشیں انداز اور دوسروں کے ساتھ اتنی اظہار ہمدردی کہ دل فوراً ہی سکون و اطمینان محسوس کرنے لگتا۔

خاکسارہ ایک بار اُن سے ملاقات کرنے گئی آپ نے والدہ صاحبہ کا حال پوچھا میں نے انہیں بتایا کہ والدہ صاحبہ کی نظر چھ سال سے بالکل بند ہے۔ دونوں آنکھوں کی بینائی بالکل ختم ہو چکی۔ اپریشن ہو نہیں سکتا ویسے ڈاکٹروں کا علاج جاری ہے۔ اس پر فرمانے لگیں "خدا تعالیٰ شفا عطا کرنے والا ہے انسان تو ہر کوشش کرتا ہے۔ تم یوں کرو کہ اپنی امی کو روزانہ سونف، بادام اور کالی مرچ (تھوڑی سی) صبح نہار منہ ایک چمچ دیا کرو۔ آہستہ آہستہ چبا کر کھائیں تاکہ دانت بھی کام کریں۔ یہ نسخہ نظر والوں کے لئے بڑا مفید ہے۔ تم اپنی امی کو پورا ہفتہ کھلاؤ پھر مجھے بتانا کہ کتنا فرق پڑا ہے۔

واپسی پر میں راستہ بھر حضرت سیّدہ بیگم صاحبہ نور اللہ مرقدہا کے اوصاف کے بارے میں سوچتی رہی کہ انہوں نے باتوں ہی باتوں میں کمزور نظر والوں کے لئے ایک اچھا نسخہ بتادیا اور ہم غریبوں کے دل کو ڈھارس دی۔ (وسیمہ بنت کیپٹن شیخ نواب دین صاحب ربوہ)

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہمراہ

عالمی تبلیغی سفر

- سفر یورپ ۴ر جولائی ۶۷ء تا ۲۴ر اگست ۶۷ء
- دورہ مغربی افریقہ ۴ر اپریل ۷۰ء تا ۸ر جون ۷۰ء
- سفر انگلستان ۱۳ر جولائی ۷۳ء تا ۲۶ر ستمبر ۷۳ء
- سفر یورپ ۵ر اگست ۷۵ء تا ۲۹ر اکتوبر ۷۵ء
- سفر امریکہ و کینیڈا ۲۰ر جولائی ۷۶ء تا ۲۰ر اکتوبر ۷۶ء
- سفر برائے کسر صلیب کانفرنس لنڈن ۸ر مئی ۷۸ء تا ۱۱ر اکتوبر ۷۸ء
- مشرق و مغرب کے تیرہ ممالک کا دورہ (جس کے دوران ۷۴۴ برس کے بعد سپین میں پہلی مسجد کا سنگ بنیاد رکھا گیا)
۲۶ر جون ۱۹۸۰ء تا ۲۶ر اکتوبر ۱۹۸۰ء

حضرت سیدہ بیگم صاحبہ کی یاد میں

(محترمہ نسیم بشریٰ صاحبہ فیکٹری ایریا ربوہ)

حضرت سیدہ منصورہ بیگم نوراللہ مرقدہا کی زندگی کے آخری دس بارہ سالوں میں جن احمدی نونہالوں نے ہوش سنبھالا خدا کے فضل سے مجھے بھی اس میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہوا اس مختصر سے عرصہ میں جس قدر اس مقدس وجود سے پیار حاصل کیا وہ ایک انتہائی شفیق ماں سے کم نہ تھا۔ کیا بڑے کیا چھوٹے کیا اپنے کیا پرائے سب کو اپنی شفقت و عنایات سے وافر حصہ عطا فرمایا۔ ابھی تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ ملاقات کو جائیں گے تو خادمہ ان کی آمد کی نوید دیگی پھر ایک پُر وقار چہرہ سامنے ہوگا اور جب تک ممکن ہو سکے وہ ہم سے شیریں کلام کرے گا۔ مگر آہ یہ نورانی چہرہ ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو کر اپنے آسمانی آقا کے پاس چلا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ محبوب ہستی ہماری مہربان روحانی ماں ہمیں پیار کرنے والی ہمارے لئے دعائیں کرتے والی، جماعت کے کاموں میں ہمارے آقا ایدہ اللہ کی ممد و معاون تھیں۔ جماعت کے بڑوں بچوں سب سے بڑی شفقت سے پیش آتی تھیں۔ جس نے سلام کرنے کی سعادت حاصل کی مسکراتے چہرے سے جواب دیتیں۔ اگر پیار لینا چاہا تو فرطِ محبت سے دست شفقت سر پر رکھا گفتگو کی تو شیریں انداز میں نصیحت فرمائی تو بڑے مؤثر رنگ میں کہ سننے والا بڑا گہرا اثر لیتا۔ کسی بات سے منع فرمایا تو نرمی سے شفقت اور پیار سے

یہی وہ بابرکت و مقدس ہستی تھیں جس نے افریقہ اور یورپ میں بسنے والی عورتوں کو پیغام حق دیا ان کے دل نورِ اسلام سے منور کر دیئے اور ان کو اور ان کے بچوں کو گلے لگا کر پیار دیا انہیں اپنے سینے سے لگایا اور اللہ تعالیٰ سے [illegible] کے لئے [illegible]ئیں کیں۔

آپ کے [illegible] ہاتھوں سے دنیا کے کئی ممالک میں لجنہ اماء اللہ [illegible]ندگی کرتے ہوئے مساجد کا سنگ [illegible] بنیاد [illegible]کھنے میں حصہ لینے کی سعادت پائی غیر مسلم عورتوں کے سامنے اسلام کی زندہ تعلیم پیش کی اور اپنے نورانی چہرہ اور شیریں کلام سے ان کے دل پر گہرا اثر چھوڑا۔

آپ کی زندگی کا ایک عظیم الشان کارنامہ جو تاریخ میں سنہری حروف سے لکھا جائے گا یہ ہے کہ خلیفۂ وقت کی قیادت میں سپین کی سرزمین میں مسجد کا سنگ بنیاد رکھنے میں احمدی خواتین کی نمائندگی فرمائی۔ اس سرزمین کی خواتین کو آپ

(باقی صفحہ ۱۰۰ پر)

مکرمہ امتہ الحکیم صاحبہ کلرک "مصباح" کی وفات

حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ مدظلہا العالی

۳۰؍جنوری ۱۹۸۲ء کی صبح لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی ایک دیرینہ کارکن امتہ الحکیم صاحبہ دل کا حملہ ہونے سے اچانک وفات پاگئیں۔ انّا للہ وانّا الیہ راجعون
آپ پیدائشی احمدی تھیں۔ آپ کے والد مکرم عبدالحکیم صاحب چیمہ اصحابِ حضرت اقدس میں سے تھے۔ ہجرت سے قبل آپ کی شادی ملک نواب خان سے ہوئی جو ریلوے ہسپتال میں ڈسپنسر تھے۔ دو بچیاں پیدا ہوئیں۔ ہجرت کے چند ماہ بعد ۱۹۴۸ء میں آپ کے خاوند کی وفات ہوگئی۔
رسالہ "مصباح" گو ۱۹۲۶ء سے جاری ہوا تھا اور ۱۹۴۷ء میں لجنہ اماء اللہ کے زیر نگرانی دے دیا گیا تھا لیکن ہجرت اور نقل مکانی کے باعث پاکستان آکر فوری طور پر جاری نہ کیا جا سکا۔ ربوہ میں دفتر منتقل ہونے کے بعد اپریل ۱۹۵۰ء سے "مصباح" جاری ہوگیا۔ اس وقت دفتر "مصباح" کے لئے ایک کلرک کی ضرورت پڑی تو امتہ الحکیم صاحبہ نے درخواست دی کہ نہ میری تعلیم زیادہ ہے نہ تجربہ لیکن جس طرح آپ کام سکھائیں گی کرنے کی کوشش کروں گی بہر حال ان کو رکھ لیا گیا اس سال انہوں نے فرلو کی[1] درخواست دی اور اس کے ختم ہونے پر انہوں نے ریٹائر ہونا تھا کہ ۳۰؍جنوری کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بلاوا آگیا۔

ساری جوانی بڑی پاکیزگی کے ساتھ اپنی بچیوں کی تعلیم و تربیت میں گذاری۔ دونوں بچیوں کو اعلیٰ تعلیم ایم اے تک دلوائی ان کی شادیاں کیں اور سب کچھ اپنی محنت سے کیا۔ دفتر میں کام کرتے کرتے حساب کتاب پر اچھا عبور حاصل ہو گیا تھا اور اگر دفتر دیر سے پہنچتیں تو دفتر کے وقت کے بعد یا گھر جا کر کام کو پورا کر لیتی تھیں۔ ۱۹۵۰ء سے وفات تک "مصباح" کا حساب، پرچہ کی ترسیل، انفرادی حساب رکھنا (ہر خریدار کا) یہ سب ان کے ہی ذمہ تھا۔ کچھ عرصے سے صحت خراب ہو رہی تھی لیکن کام چھوڑنا نہ چاہتی تھیں۔
وفات کے وقت عمر ۵۹ سال تھی۔ قریبا ۳۲ سال لجنہ اماء اللہ کی خدمت سرانجام دی۔ پورے خلوص اور ہمت سے کام کیا۔
قریباً ایک سال سے کام بڑھ جانے کی وجہ سے عملہ دفتر مصباح میں دوسری کلرک کا اضافہ کیا گیا ورنہ اب تک سارا دفتری کام انہیں کے سپرد رہا۔
دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے اور ان کی بیٹیوں اور عزیزوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ (آمین)

---

[1] رخصت قبل از ریٹائرمنٹ

حضرت سیّدہ منصورہ بیگم نور اللہ مرقدھا کی وفات پر تعزیتی قراردادیں

حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ نور اللہ مرقدھا کی ناگہانی رحلت پر اندرون ملک اور بیرونی ممالک سے ہمیں لجنات اماء اللہ اور دیگر احمدی جماعتوں اور تنظیموں کی طرف سے غیر معمولی طور پر بڑی کثرت سے تعزیتی قراردادیں موصول ہو رہی ہیں جن میں حضرت سیّدہ مرحومہ کے اوصاف حمیدہ اور خصائل حسنہ کا تذکرہ کر کے گہرے غم اور افسوس کا اظہار کیا گیا ہے اور دعا کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت سیّدہ مرحومہ کو جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے۔ حضور ایدہ اللہ اور حضور کے بچوں، تمام افرادِ خاندان اور تمام افرادِ جماعت کو صبرِ جمیل کے ساتھ یہ صدمہ برداشت کرنے کی توفیق بخشے۔ بوجہ عدم گنجائش صرف ان مقامات کے نام درج کئے جا رہے ہیں جہاں سے تعزیتی قراردادیں موصول ہوئی ہیں۔

صدر انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ
وقف جدید انجمن احمدیہ پاکستان ربوہ
تحریک جدید " " "
انصار اللہ مرکزیہ ربوہ
خدام الاحمدیہ " "
سیکرٹریان ناصرات الاحمدیہ ربوہ

لجنہ اماء اللہ باب الابواب ربوہ۔ لجنہ اماء اللہ دارالبرکات حلقہ ۲ ربوہ۔ لجنہ اماء اللہ دارالصدر غربی ۲ ربوہ لجنہ اماء اللہ دارالصدر شرقی ۲ ربوہ۔ لجنہ اماء اللہ دارالصدر شرقی ۱ ربوہ۔ لجنہ اماء اللہ دارالصدر جنوبی ربوہ لجنہ اماء اللہ دارالرحمت وسطی ۱، ۲ ربوہ۔ لجنہ اماء اللہ دارالرحمت غربی ربوہ۔ لجنہ اماء اللہ دارالرحمت شرقی ربوہ۔ لجنہ اماء اللہ فیکٹری ایریا ۱، ۲ ربوہ۔ لجنہ اماء اللہ دارالعلوم شرقی ۱، ۲ ربوہ۔ لجنہ اماء اللہ دارالیمن غربی و شرقی ربوہ۔ لجنہ اماء اللہ دارالعلوم غربی ۲ ربوہ۔ لجنہ اماء اللہ ناصر آباد کالونی ربوہ۔ ہیڈ مسٹریس واساتذہ نصرت گرلز ہائی سکول ربوہ۔ اطفال الاحمدیہ مقامی ربوہ۔ خدام الاحمدیہ دارالصدر جنوبی ربوہ۔ جماعت احمدیہ کراچی۔ لجنہ اماء اللہ کراچی۔ خدام الاحمدیہ کراچی۔ انصار اللہ کراچی۔ ناصرات الاحمدیہ کراچی۔ لجنہ اماء اللہ قیادت ۱ کراچی۔ لجنہ اماء اللہ قیادت ۲ کراچی۔ لجنہ اماء اللہ قیادت ۳ کراچی۔ لجنہ اماء اللہ قیادت ۴ کراچی۔ لجنہ اماء اللہ قیادت ۵ کراچی۔ لجنہ اماء اللہ قیادت ۶ کراچی۔ لجنہ اماء اللہ قیادت ۷ کراچی۔ جماعت احمدیہ لاہور۔ لجنہ اماء اللہ لاہور۔ لجنہ اماء اللہ حلقہ وسطی چھاؤنی لاہور۔ جماعت احمدیہ حلقہ جنوبی چھاؤنی لاہور۔ لجنہ اماء اللہ حیدر آباد (سندھ) لجنہ اماء اللہ شیخ پور ضلع گجرات۔ لجنہ اماء اللہ قصور۔ جماعت نوشہرہ کینٹ۔ جماعت احمدیہ ڈیرہ غازیخان۔ جماعت احمدیہ

سمبڑیال ضلع سیالکوٹ ۔ لجنہ اماء اللہ و ناصرات الاحمدیہ
ساہی وال ۔ لجنہ اماء اللہ و ناصرات الاحمدیہ منڈی مریدکے
لجنہ اماء اللہ واہ کینٹ ۔ لجنہ اماء اللہ لاڑکانہ سندھ ۔ لجنہ
اماء اللہ رحیم یارخان ۔ خدام الاحمدیہ قیادت راولپنڈی
صدر ۔ جماعت احمدیہ اسلام آباد ۔ لجنہ اماء اللہ سکھر
لجنہ اماء اللہ خان پور ۔ لجنہ اماء اللہ وزیر آباد ۔ لجنہ
اماء اللہ شیخوپورہ شہر و ضلع ۔ لجنہ اماء اللہ گوٹھ شریف آباد
نبی سررود سندھ ۔ لجنہ اماء اللہ گوجرانوالہ ۔ لجنہ اماء اللہ سیالکوٹ
لجنہ اماء اللہ پشاور ۔ لجنہ اماء اللہ چک ۹ پنیار ۔ لجنہ
اماء اللہ جھنگ صدر ۔ لجنہ اماء اللہ چک ۳۳ جنوبی سرگودھا
لجنہ اماء اللہ پشاور ۔ لجنہ اماء اللہ حلال پور ضلع سرگودھا
لجنہ اماء اللہ چنیوٹ ۔ لجنہ اماء اللہ کھاریاں ۔ لجنہ اماء اللہ
گھٹیالیاں ۔ لجنہ اماء اللہ سانگھڑ ۔ لجنہ اماء اللہ تنور کوٹ تھر
لجنہ اماء اللہ بہوڑو چک ۱۸ ضلع شیخوپورہ ۔ لجنہ اماء اللہ مردان
لجنہ اماء اللہ چوہڑکانہ ۔ لجنہ اماء اللہ اوکاڑہ ۔ لجنہ اماء اللہ
چونڈہ ۔ لجنہ اماء اللہ اٹک شہر ۔ لجنہ اماء اللہ ایبٹ آباد
لجنہ اماء اللہ شہر و ضلع جہلم ۔ لجنہ اماء اللہ سرگودھا ۔ لجنہ اماء اللہ
ملتان ۔ لجنہ اماء اللہ مورو ۔ لجنہ اماء اللہ سمندری ۔ لجنہ
اماء اللہ چک ۳۳۲ دھنی دیو ۔ لجنہ اماء اللہ بدین
لجنہ اماء اللہ گگو منڈی ضلع وہاڑی ۔ لجنہ اماء اللہ پھیروچچی
لجنہ اماء اللہ جال پور ۔ لجنہ اماء اللہ دھرکے کلاں
لجنہ اماء اللہ کنری ۔ لجنہ اماء اللہ بھیرہ ۔ لجنہ اماء اللہ
ڈگری گھنان ۔ لجنہ اماء اللہ مبارک آباد ۔ لجنہ اماء اللہ
نواب شاہ ۔ لجنہ اماء اللہ اسلام آباد ۔ لجنہ اماء اللہ
ٹوبہ ٹیک سنگھ ۔ لجنہ اماء اللہ نبی سررود ۔ لجنہ اماء اللہ
سلو لکے چٹھہ ۔ لجنہ اماء اللہ فیروز والا ۔ لجنہ اماء اللہ ڈسکہ
لجنہ اماء اللہ کولوتارڑ ضلع گوجرانوالہ ۔ لجنہ اماء اللہ تربیلا ۔ لجنہ
اماء اللہ حلقہ کھاریاں چھاؤنی ۔ لجنہ اماء اللہ باندھی لجنہ فیصل آباد و ناصرات لاہور

مکرم امیر صاحب جماعتہائے احمدیہ ضلع راولپنڈی و افراد جماعت
" " " " " ساہی وال " " "
" " " " " وزیر آباد " " "
" صدر صاحب حلقہ مغلپورہ لاہور " "
ممبران جماعت احمدیہ گوجرخان ضلع راولپنڈی ۔
مکرم صدر صاحب جماعت احمدیہ نوشہرہ کینٹ و افراد جماعت
جماعت احمدیہ چٹی دندکالری ضلع جہلم
" " محمود آباد فارم
ممبران سٹاف " "
اراکین مجلس عاملہ جماعت احمدیہ حلقہ لاہور چھاؤنی

بیرون پاکستان سے موصول ہونیوالی تعزیتی قراردادیں

" لجنہ و ناصرات الاحمدیہ قادیان
لجنہ اماء اللہ حیدرآباد دکن (بھارت)
ممبرات لجنہ اماء اللہ بھارت
ممبران انصار اللہ بھارت
اساتذہ و طلباء مدرسہ احمدیہ قادیان
لجنہ اماء اللہ شاہجہان پورہ اترپردیش (بھارت)
" " کیلگری کینیڈا
" " مانٹریال (انگلستان)

لجنہ اماء اللہ برمنگھم
" " انگلینڈ
" " ماریشس
" " ناروے
" " ہمبرگ
" " گھانا
" " ھالینڈ
" " سرینام (جنوبی امریکہ)
" " نائجیریا
" " لیگوس
" " تنزانیہ
" " فرینکفورٹ
" " ھنسلو
ممبران جماعت احمدیہ ہمبرگ
جماعت احمدیہ ناروے
لجنہ اماء اللہ چنڈکنٹہ اترپردیش بھارت
" " امریکہ
" " ٹورانٹو (کینیڈا)
" " سیرالیون
" " انڈونیشیا
" " سری لنکا
" " برما
" " برائنٹ فورڈ (کینڈا)

○

مختصر سوانحی خاکہ

پیدائش ۔ ۲۷ ستمبر ۱۹۱۱ء مطابق ۳ شوال ۱۳۲۹ سنہ ہجری بمقام ریاست مالیرکوٹلہ (بحوالہ بدر قادیان ۵ اکتوبر ۱۹۱۱ء ص۲)

نکاح ۔ ۲ جولائی ۱۹۳۴ء کو حضرت مصلح موعود نے آپ کا نکاح حضرت حافظ مرزا ناصر احمد (موجودہ امام جماعت احمدیہ) ایدہ اللہ تعالیٰ سے پڑھا اور پرمعارف خطبہ ارشاد فرمایا ۔

شادی ۔ ۵ اگست ۱۹۳۴ء کو تقریب شادی عمل میں آئی

قادیان سے ہجرت ۔ ۳۱ اگست ۱۹۴۷ء کو آپ حضرت مصلح موعود اور حضرت سیدہ مریم صدیقہ مدظلہا العالی کے ہمراہ قادیان سے ہجرت کرکے لاہور تشریف لائیں ۔

انتخاب قدرت ثانیہ ۔ ۸/۹ نومبر ۱۹۶۵ء کی درمیانی شب کو حضرت مصلح موعود کی وفات پر قدرت ثانیہ کا انتخاب عمل میں آیا اور یوں آپ قدرت ثانیہ کے مظہر ثالث ایدہ اللہ کی زوجہ محترمہ قرار پائیں ۔

اولاد ۔ آپ کے بطن مبارک سے مندرجہ ذیل بچے پیدا ہوئے ۔ • صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب • صاحبزادہ مرزا فرید احمد صاحب • صاحبزادہ مرزا لقمان احمد صاحب • صاحبزادی امۃ الشکور صاحبہ • صاحبزادی امۃ الحلیم صاحبہ

لجنہ اماء اللہ کی خدمات :۔ ۱۹۴۵ء تا ۱۹۴۷ء مرکزی سیکرٹری تربیت و اصلاح • ۱۹۴۸ء جنرل سیکرٹری • سیکرٹری خدمت خلق • ۱۹۵۲ء تا ۱۹۵۴ء صدر لجنہ لاہور ۔

وفات :۔ ۳-۴ دسمبر ۱۹۸۱ء کی درمیانی شب بمقام ربوہ

مقابلہ مضمون نویسی

مجلس اطفال الاحمدیہ مرکزیہ کی طرف سے اطفال و ناصرات کے لئے امسال مقابلہ مضمون نویسی کا عنوان "سیرت حضرت علی رض" مقرر کیا گیا ہے۔ اوّل دوم اور سوم آنے والے مضامین کو بالترتیب ۲۰۰/-، ۱۵۰/- اور ۱۰۰/- نقد انعام دیا جائے گا۔

شرائط درج ذیل ہیں

- پتہ اور حوالہ جات مکمل اور صاف صاف درج ہوں
- مضمون دو سے اڑھائی ہزار الفاظ پر مشتمل ہو۔
- مضمون ۳۱ر جولائی سے قبل ناظم صاحب اطفال یا سیکرٹری صاحبہ ناصرات کی تصدیق سے مندرجہ ذیل پتہ پر پہنچ جانا چاہیئے۔

(سیکرٹری اشاعت مجلس اطفال الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ)

بقیہ :- حضرت سیدہ بیگم صاحبہ کی یاد میں صد ۹۵ سے آگے

کی زیارت کا شرف حاصل ہوا یہ بہت بڑی خوش نصیبی ہے جو ان کے حصہ میں آئی۔ آپ کی وفات پر ہمارے پیارے آقا نے جس صبر کا نمونہ دکھایا وہ بھی ہمارے لئے قابل تقلید ہے۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے پیارے آقا کو صحت عطا کرے اور آپ کا بابرکت سایہ تادیر ہمارے سروں پر سلامت رکھے اور ہمیں اپنی رضا کی راہوں پر چلائے۔ آمین۔

اے خدا تو اُن پر اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرما ان کے درجات بلند سے بلند تر فرما اور ہمیں ان کے نیک نمونہ پر اپنی زندگیاں ڈھالنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین ثم آمین۔

؎ راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تیری رضا ہو۔

سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ کی نماز جنازہ کی چند تصاویر

FEBRUARY - MARCH 1982

REGD. NO. 5568

Monthly MISBAH RABWAH

حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ نور اللہ مرقدہا حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ہمراہ دنیا بھر کی احمدی خواتین کی نمائندگی کرتے ہوئے سیرالیون (مغربی افریقہ) کی ایک احمدیہ مسجد کی بنیادی اینٹ نصب فرما رہی ہیں۔